چاند کا راز

تھکے تھکے سے بوجھل لمحوں کے لیے اکسیر۔ ابن صفی کی زندہ جاوید تخلیق عمران سیریز کا ایک مکمل اور دلچسپ کارنامہ

* * *

ساحل کی طرف بڑھ جانا اضطراری فعل تھا اس لیے وہ پھر گاڑی کی طرف پلٹ آیا۔ سوچا تھا کہ گاڑی اسٹارٹ کر کے دیکھے۔ شاید وہ اسے آگے بڑھانے میں کامیاب ہو جائے لیکن جیسے ہی اس نے گاڑی کو گیئر میں ڈالا پہیے ریت میں گھوم کر رہ گئے اور گاڑی آگے نہ بڑھ سکی۔

مرسیا خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرا رہے تھے۔ عمران نے پھر کوشش کی لیکن نتیجہ پھر وہی صفر رہا آخر اس نے انجن بند کیا اور گاڑی سے اتر آیا۔

مرسیا اس کے قریب آ کر بولی "اب کیا ہوگا؟"

"گاڑی یہیں چھوڑنی پڑے گی لیکن...." عمران نے چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

"لیکن کیا؟"

"یہ ساحل میرے شہر کا تو نہیں معلوم ہوتا۔"

"یہ تو مصری ہوئی!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"یقین کرو ہم پتہ نہیں کہاں ہیں؟"

"تم کوئی بدروح ہو جو؟" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"میں کوئی بھی ہوں لیکن اپنی پریشانیوں کی ذمے دار تم خود ہو۔ زبردستی مجھے اپنے جھگڑے میں لے آئی تھی۔ پہلے بھی ایک طرح محروم ہو جانے کے بعد تمہیں مجھ سے دور ہی رہنا چاہیے تھا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران کے چہرے سے نظر ہٹا کر غائب سمندر کی لہروں کو گننے لگی تھی۔ کچھ تھوڑی دیر بعد اس نے عمران کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"اس سے بھی حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔" عمران بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ لہٰذا اب ہمیں سمندر میں چھلانگ لگا دینی چاہیے۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

عمران خاموشی سے گاڑی کے عقب میں آیا اور ڈگی کا دروازہ کھولنے لگا۔ ڈگی میں وہ سوٹ کیس موجود تھا جس میں عمران نے سائیلنسر اور ریوالور رکھے تھے اور سوٹ کیس کھولنے پر معلوم ہوا کہ ریوالور تو موجود ہے لیکن سائیلنسر غائب ہو گئے ہیں۔

ٹھیک اسی وقت اس کی نظر گاڑی کی گھڑی پر بھی پڑی اور تاریخ بتانے والے خانے پر بھی جمی رہ گئی۔

دفعتاً اس نے مرسیا سے پوچھا "آج کون سی تاریخ ہے؟"

"گیارہ اکتوبر!" اس نے جواب دیا۔

"یعنی کل اکتوبر کی دسویں تاریخ تھی جب میں تمہارے کمرے میں کافی پی رہا تھا؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" وہ جھلا کر بولی۔ "آج گیارہ

* * *

ابن صفی

87

ہے تو کل لازمی طور پر دس ہی ہوگی۔"

"لیکن میری گھڑی تو آج سولہ تاریخ بتا رہی ہے۔"

"تمہاری طرح تمہاری گھڑی بھی اوٹ پٹانگ معلوم ہوتی ہے۔" وہ بڑا سا منہ بنا کر بولی اور عمران شانے سکوڑ کر رہ گیا۔

آخر تھوڑی دیر بعد مرسیانا اس کے قریب پہنچی اور جھک کر گھڑی دیکھنے لگی۔

"یہ الیکٹرانک واچ ہے۔" عمران نے کہا۔ "بیٹری ایگزاسٹ ہو جانے پر سست ہو سکتی ہے مگر رک نہیں سکتی۔ یقین کرو ہم چھ دن سے غائب ہیں۔"

"ہم کیا واقعی بدارواح کے چکر میں پڑ گئے ہیں؟"

"ضرور پڑ گئے ہوتے لیکن یہ بیسویں صدی ہے۔"

"میں بدارواح میں یقین رکھتی ہوں۔"

"تمہاری شکل سے ہی ظاہر ہے۔"

"اوہ ختم کرو۔ اب کیا ہوگا؟"

"اسی جگہ کھڑے کھڑے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"جائیں تو بھی کدھر؟"

"بس جدھر بھی منہ اٹھ جائے۔ کہیں نہ کہیں تو کوئی تیرا بھی دکھائی دے گا۔"

وہ خاموش کھڑی رہی اور عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم انہیں کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکے کہ نگیٹیو تمہارے پاس نہیں ہیں۔"

"بس تو پھر پہنچا احوال ہے۔" عمران مایوسانہ انداز میں بولا۔

"صورت ہی سے نہیں لگتے بلکہ سچ مچ بے وقوف ہو۔"

"کیا بات ہوئی؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"تم انہیں چکر دے گئے تھے۔"

"کیا مطلب؟" عمران کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور گہری ہو گئی۔

"تمہیں پہلے ہی یہ کہنا چاہئے تھا کہ نگیٹیو ضائع ہو گیا ہے۔"

"انہیں میری بات پر یقین کب آیا ہے؟"

"پھر بھی تمہیں اتنا عقل مند تو ہونا چاہئے کہ ایسے مواقع پر سچی بات ظاہر کر دینے کا مطلب موت ہوتا ہے۔ سچی بات ظاہر ہو جانے کے بعد تم ان کے لئے بے مصرف ہو گئے۔ پھر وہ تمہیں گھر واپس بھجوانے کا تکلف کیوں کرنے لگے؟"

"لیکن انھوں نے کسی حد تک تکلف ضرور کیا ہے۔ وہیں رکھتے جہاں ہم تھے۔ یہاں کیوں پھنکوا دیا ہے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ انہیں میری بات پر یقین نہیں آیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ نگیٹیو میرے پاس محفوظ ہے اور کچھ پریشان ہونے کے بعد میں اسے ان کے حوالے کر دوں گا۔"

وہ اسے غور سے دیکھتی رہی پھر سر ہلا کر بولی۔ "تمہارے متعلق یقین سے کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا اور میں تو خواہ مخواہ اس مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔ کہاں نیوزی لینڈ اور کہاں یہ اُفتاد۔"

"اُفتاد نہیں بلکہ گدھی اور اس کا بچہ۔۔۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن یہ کالے اُن سفید فاموں سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتے ہیں جنھوں نے تمہیں پہلے پکڑا تھا۔ اُوہ وہ کمرہ یاد ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔"

"کہیں ہم الائس کے ونڈر لینڈ میں تو نہیں پہنچ گئے ہیں۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"پھر بے وقوفی کی باتیں شروع کر دیں۔"

"اور نہیں تو پھر کیا خواب دیکھ رہے ہیں؟"

"یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں کہ کہیں خواب ہی نہ ہو۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی۔ اتنی دشواریوں سے تمہیں قابو کیا اور پھر اس طرح آزاد بھی کر دیا۔"

"تم ہوش میں ہو یا نہیں۔" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ آزادی ہے؟" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں سوال کیا۔

"پتا نہیں کیا ہے۔ میری تو سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔"

"لہٰذا خاموش رہو۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"خواہ مخواہ زبان تو نہ تھکے گی۔"

"اور ہم یہیں کھڑے رہیں گے۔"

"آزاد تو ہیں۔" عمران نے شانے سکوڑ کر کہا۔

"کوئی ڈھنگ کی بات سوچو۔"

"کہہ تو رہا ہوں کہ بس کسی طرف چل پڑنا چاہئے۔"

"یہ تو ایک طرح سے جوا ہوگا۔ اچھی بات ہے تو پھر جوئے ہی کے انداز میں قسمت کیوں نہ آزمائی جائے؟"

"وہ کس طرح؟"

"مغرب کی طرف سمندر ہے۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "لہٰذا

تینوں سمتوں کے لئے قرعہ اندازی کر لی جائے۔"

"کر لو۔۔۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

مرسیانا اپنی تین انگلیاں اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ "میں نے اپنے ذہن میں تعین کر لیا ہے کہ کون سی انگلی کس سمت سے تعلق رکھتی ہے۔ تم اپنی انگلی ان میں سے کسی ایک پر رکھ دو۔"

"ایسی بے وقوفی شاید ہی پہلے کبھی سرزد ہوئی ہو۔" عمران نے اس کی بیچ کی انگلی چھوتے ہوئے کہا۔

"جنوب۔" مرسیانا نے کہا۔

پھر عمران نے گاڑی لاک کی تھی اور وہ جنوب کی طرف چل پڑے تھے۔ دُور دُور تک کوئی آدمی نہیں دکھائی دیتا تھا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔" عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔

"کون سی بات؟"

"کیا میری گاڑی یہاں آسمان سے ٹپکی تھی؟"

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"دُور دُور تک ٹائروں کے نشانات نہیں دکھائی دیتے۔ آخر یہاں تک پہنچی کس طرح؟"

"اوہ واقعی حیرت انگیز۔" وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

"یہاں ہوا بھی زمین سے لگ کر نہیں چل رہی کہ ریت اڑ اڑ کر نشانات پر بیٹھ گئی ہو۔۔۔ دیکھو کہیں اُڑ رہی ہے ریت۔"

"اس وقت تو نہیں اُڑ رہی ہے۔"

"اور پھر دوسری بات۔۔۔ یہاں دُور دُور تک اسی طرح ریت بچھی ہوئی ہے۔ اسی جگہ کیوں پھنسی ریت میں۔ کہیں اور کیوں نہیں پھنسی۔۔۔؟"

"اب ان سب باتوں سے کیا فائدہ ہوگا کچھ!"

"نہیں یہ سوچنے کی بات ہے۔"

"اچھا تو تم سوچو۔۔۔" وہ چڑ کر بولی۔ "میں آگے جا رہی ہوں۔"

"ٹھہرو ٹھہرو۔۔۔ کہیں تم بھی ریت میں نہ دھنس جانا۔" عمران ہاتھ ہلاتا ہوا اس کے پیچھے لپکا۔

★

عمران کے ماتحت باری باری سے مرسیانا کی نگرانی کرتے رہے تھے اور اسی شام کو جب عمران اس کے ساتھ ہوٹل رونیک کے کمرے میں داخل ہوا تھا تو یہ واقعہ سارجنٹ نعمانی کے علم میں آگیا تھا۔ کیونکہ اس دن وہ صبح ہی سے مرسیانا کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ لہٰذا جب وہ کیاپاک کے تھانے میں طلب کی گئی تو وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک پہنچا تھا اور پھر جب وہ عمران کے ساتھ تھانے سے برآمد ہوئی تو نعمانی اور زیادہ محتاط ہو گیا تھا یعنی اب اس کی کوشش یہی رہی تھی کہ عمران کی نظر اس پر نہ پڑنے پائے اور اُسے یقین تھا کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا ہے۔

بہرحال کمرے کے بند دروازے پر اس کی نظر جمی ہوئی تھی۔ دو گھنٹے گزر گئے لیکن کوئی برآمد نہ ہوا۔ پھر اُسے ایک سیاہ فام غیر ملکی دکھائی دیا جس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ نعمانی نے حیرت زدہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں۔ جب سے مرسیانا کی نگرانی شروع ہوئی تھی یہ پہلا آدمی تھا جس نے اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی اور اس کے لئے دروازہ کھول بھی دیا گیا تھا۔ اس کے داخل ہو جانے پر دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ اسی طرح مزید ایک گھنٹہ گزر گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے سے دوچار ہونا پڑا۔ کسی ہسپتال کا ایک ڈاکٹر دو ایسے افراد کے ساتھ اسی دروازے پر آرکا جنہوں نے ایک اسٹریچر بھی اٹھا رکھا تھا۔ ڈاکٹر نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور وہ دونوں اسٹریچر سمیت اندر چلے گئے۔ کچھ وقت اور گزرا۔ اب کے دروازہ کھلا تو ڈاکٹر کے دونوں ساتھی کسی کو اسٹریچر پر اُٹھائے ہوئے برآمد ہوئے۔ لیٹنے والا بوڑھا آدمی تھا چہرے پر گھنی داڑھی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سر پر اسی طرح پٹیاں باندھی گئی تھیں جیسے زخمی ہو۔ مرسیانا اور سیاہ فام غیر ملکی بھی باہر آگئے۔ ڈاکٹر اسٹریچر کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور مرسیانا دروازہ مقفل کرنے لگی لیکن عمران کہاں تھا؟ وہ اسی میں تھا اور دروازہ کہیں مقفل کیا جا رہا تھا۔۔۔ اوہ تو کیا۔۔۔ وہ بوڑھا مریض؟ نعمانی کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔

دروازہ مقفل کر دینے کے بعد وہ دونوں بھی مریض کے اسٹریچر کی طرف چلے تھے۔ نعمانی ہچکچاہٹ کے ساتھ آگے بڑھا اور برآمدے میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ مریض کے اسٹریچر کو ایک ایمبولینس گاڑی پر چڑھایا جا رہا ہے۔ وہ اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کا وقت نہیں تھا کہ جولیانا فٹز کو فون پر اس واقعے کی اطلاع دیتا۔ بس ایمبولینس گاڑی کے تعاقب کی ٹھان لی۔

گاڑی بھی عجیب وضع کی تھی۔ اس سے قبل اس قسم کی بناوٹ والی گاڑی اس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔

اگر اس پر سرخ صلیب کا نشان بھی موجود نہ ہوتا تو اسے ایمبولینس گاڑی ہی تسلیم کرنے کو دل نہ چاہتا۔

بہرحال اس نے اس گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سوچنا پڑا کہ شہری آبادی سے باہر کون سا ہسپتال

ہو سکتا ہے، کیونکہ گاڑی شہر سے باہر جا رہی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اس سے زبردست غلطی ہوئی۔ اگر موٹر سائیکل کی بجائے وہ سائیکو مینشن سے کوئی کار لے آیا ہوتا تو اس وقت اس دشواری میں نہ پڑتا۔ سائیکو مینشن کی ساری گاڑیوں میں ٹرانسمیٹر لگے ہوئے تھے۔ وہ بہ آسانی اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔

ایمبولینس گاڑی شہر سے کئی میل دور نکل آئی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اب اس کی رفتار بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ نعمانی سوچ رہا تھا کہ اب اگر کہیں وہ کسی کچے راستے پر مڑ گئی تو ان لوگوں کو تعاقب کا بھی علم ہو جائے گا۔

پھر دیر بعد یہی ہوا کہ گاڑی مغربی جانب ایک کچے راستے پر مڑ گئی لیکن تعاقب جاری رہا۔ البتہ نعمانی بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ موٹر سائیکل کا صرف وہ ایکسپرٹ تھا بلکہ کسی طرح کی ریسنگ کے کرتب بھی دکھا سکتا تھا۔ فوجی زندگی کے دوران میں اس نے کئی اعزازات بھی حاصل کئے تھے اس سلسلے میں۔ اس وقت وہی مہارت اس کے کام آ رہی تھی۔ ورنہ یہ راستہ ایسا نہیں تھا جس پر موٹر سائیکل تیزی سے چلائی جا سکتی۔ البتہ اسے اس ایمبولینس گاڑی کی نوعیت پر حیرت تھی۔ کیونکہ وہ اس ناہموار راستے پر بھی اس طرح چل رہی تھی جیسے کسی پرسکون سمندر کی سطح پر تیر رہی ہو۔ دراصل اس کے پہیے زمین سے ملے ہی نہیں رہے تھے۔ زمین کی سطح سے۔ قریباً ایک یا ڈیڑھ فٹ کی بلندی پر گویا پرواز کر رہی تھی۔

نعمانی کو یقین تھا کہ اب انہیں علم ہو گیا ہو گا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس کی دانست میں شاید ان لوگوں نے یہی معلوم کرنے کے لئے گاڑی کچے راستے پر موڑی تھی کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ بہرحال وہ ہر قسم کے حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

اچانک ریتیلی زمین شروع ہو گئی اور اسے کچھ اور محتاط ہو جانا پڑا۔ لیکن ایمبولینس گاڑی یہاں بھی زمین کی سطح سے کسی قدر بلندی پر تیر رہی تھی اور پھر ایک جگہ موٹر سائیکل نے آگے بڑھنے سے انکار ہی کر دیا۔ اگلا پہیہ ریت میں دھنس گیا تھا۔

نعمانی نے بے بسی سے دونوں پیر ریت پر ٹکا دیئے۔ ایمبولینس گاڑی برابر آگے بڑھی جا رہی تھی۔ موٹر سائیکل کے ہیڈ لیمپ کی روشنی اس کے پچھلے حصے پر پڑ رہی تھی۔ نعمانی سیٹ پر بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

سمندر یہاں سے دور نہیں تھا اور پھر وہ اچھل پڑا۔ ایمبولینس گاڑی سمندر کی پرشور لہروں میں گھستی چلی گئی تھی۔۔۔ اور نعمانی نے اسے سمندر میں غرق ہوتے دیکھا۔ بوکھلا کر ہیڈ لیمپ کی روشنی تیز کر دی۔ ایمبولینس گاڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ موٹر سائیکل سے اتر کر وہ کنارے کی جانب دوڑتا چلا گیا۔ موٹر سائیکل ریت پر گر گئی اور اس کا انجن چلتا رہا۔

ایمبولینس گاڑی سچ مچ غرق ہو گئی تھی۔ یہ فریب نظر نہیں تھا۔ نعمانی کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ پھوٹ رہا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اس جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکے گا۔ پتا نہیں کتنی دیر تک اسی طرح کھڑا رہا پھر چونک کر موٹر سائیکل کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس کا انجن بدستور اسٹارٹ تھا۔ اسے اٹھا کر بہ دقت ریت سے نکالا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ آندھی اور طوفان کی طرح شہر کی طرف روانگی ہوئی تھی۔ پھر اسے ہوش نہیں کہ کتنی دیر میں شہر پہنچا تھا اور کب جولیانا فٹز واٹر کو اس واقعے کی اطلاع دی تھی۔ ان دنوں پھر جولیا ان کے اور ایکس ٹو کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔

بس پھر ایکس ٹو کی پوری ٹیم حرکت میں آ گئی۔ بلیک زیرو تک رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا تھا۔

اس وقت ایک مخصوص وضع کی گاڑی اس کے استعمال میں تھی۔ جس کے لاسلکی مواصلاتی نظام کے تحت وہ ایکس ٹو کے ماتحتوں سے رابطہ رکھ سکتا تھا۔ سب سے پہلے اس نے ایکس ٹو کی آواز میں جولیا سے رابطہ قائم کیا۔

"یس سر!" ٹرانسمیٹر کے ریسیور سے جولیا کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

"نعمانی اس جگہ کی صحیح نشاندہی کر سکا ہے یا نہیں جہاں وہ ایمبولینس گاڑی غرق ہوئی تھی؟"

"مجھے علم نہیں ہے جناب۔ میں تو عمران کی وہ گاڑی تلاش کر رہی تھی جو اس نے رونیکا ہوٹل کے پارکنگ لاٹ پر کھڑی کی تھی۔"

"اوہ تو کیا وہ بھی غائب ہے؟"

"جی ہاں۔۔۔!"

"رونیکا کا وہ کمرہ دیکھا گیا یا نہیں جس میں مس سیانا مقیم تھی؟"

"دیکھ لیا جناب۔ وہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے جا رہے ہیں۔ مس سیانا ہوٹل کا حساب بےباق کر گئی ہے۔"

"نعمانی کہاں ہے؟"

"ساحل کی طرف جانے والی پارٹی کے ساتھ ہے۔" جولیا کی آواز آئی۔

"کیا نعمانی ان چاروں کو شناخت کر سکے گا؟"

"جی ہاں۔ اسے ان کی شکلیں یاد ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ عمران کی گاڑی کا سراغ ملنے پر مجھے اطلاع دینا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اوور اینڈ آل۔" کہہ کر بلیک زیرو نے سوئچ آف کر دیا۔

"عمران کے ماتحت اسے رانا پیلس کے منتظم کی حیثیت سے جانتے تھے اور وہ طاہر صاحب کہلاتا تھا۔ لہٰذا وہ اس بھاگ دوڑ میں ان کا شریک نہیں ہو سکتا لیکن اسے بہرحال تشویش تھی کیونکہ وہ عمران کی اصل حیثیت سے واقف تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے سر سلطان کو بھی اس واقعے کی اطلاع دی۔ پھر سر سلطان ہی کے توسط سے یہ خبر آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل تک پہنچی۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" فون پر دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بڑی عجیب بات ہے جس علاقے کی تم بات کر رہے ہو وہاں نیوی کی ایک ٹیم پہلے ہی سے سرگرم عمل ہے۔"

"کیوں؟" سر سلطان نے پوچھا۔

"نیوی کے آلات نے کسی نامعلوم سب میرین کی نقل و حرکت ریکارڈ کی ہے اور نقل و حرکت کا علاقہ وہی ہے جس کا تم نے ابھی ذکر کیا ہے۔"

"اگر وہاں کوئی ایمبولینس گاڑی غرق ہوئی ہوتی تو اس تگ و دو کے دوران میں نیوی کی پارٹی نے اس کا سراغ ضرور پایا ہوتا۔"

"لیکن ایک بات قابل غور ہے۔" سر سلطان نے کہا۔ "ایمبولینس گاڑی نیوی کی پارٹی کے حرکت میں آنے سے قبل غرق ہوئی یا بعد میں؟"

"میں نہیں سمجھا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میرے جس آدمی نے گاڑی کو سمندر میں غرق ہوتے دیکھا ہے اس کے بیان کے مطابق اس وقت وہاں دور دور تک سناٹا تھا اور دور تک کوئی ایسی پارٹی نہیں تھی جس کا ذکر ابھی تم نے کیا ہے۔"

"کیا تمہارا آدمی گاڑی کے غرق ہونے کے وقت کا تعین کر سکے گا؟"

"قطعی۔ اس وقت دس بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔"

"گڈ گاڈ!" دوسری طرف سے حیرت زدہ سی آواز میں کہا گیا۔ "ٹھیک یہی وقت نیوی والوں نے بھی ریکارڈ کیا ہے۔"

"تو پھر وہ سڑک پر دوڑنے والی چیز حقیقتاً سب میرین ہی رہی ہو گی۔" سر سلطان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔" دوسری طرف سے جنرل کی غراہٹ سنائی دی۔

سر سلطان نے ہنس کر کہا۔ "آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت ایئر فورس والے ریڈیو ہی کی نشریات ریکارڈ کر رہے ہوں۔۔۔"

دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

بہرحال صبح تک اس ایمبولینس گاڑی کی تلاش جاری رہی لیکن اس کا سراغ نہ مل سکا۔

پھر ایکس ٹو کے ماتحت سائیکو مینشن کی طرف پلٹ پڑے۔ نیند سے ان کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

جولیا نے فون پر ایکس ٹو (بلیک زیرو) کو رپورٹ دی۔ اس کی عدم موجودگی میں اس نے سائیکو مینشن کے آپریٹر کو اپنے اس فون کا نمبر لکھوا دیئے تھے جس پر جولیا کو رپورٹ دینی تھی۔

"کوئی سراغ نہیں مل سکا جناب۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔ "کئی میل تک سمندر کی تہہ چھانی گئی ہے۔ نیوی کی ایک ٹیم وہاں پہلے ہی سے سرگرم عمل تھی۔"

"نعمانی کہاں ہے؟"

"آئیڈنٹی کاسٹ ڈیپارٹمنٹ کے انچارج کو ان چاروں کے حلیے بتا رہا ہے۔"

"اگر وہ غرق ہو چکے ہیں تو پھر کیا فائدہ؟"

"وہ اس ایمبولینس گاڑی کا تعاقب کر چکا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ غرق نہیں ہو سکتی۔" جولیا نے کہا۔

"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس کا بیان ہے کہ پختہ سڑک چھوڑ دینے کے بعد وہ سطح زمین سے تقریباً ایک فٹ اونچی چل رہی تھی۔"

"یہ اس کا واہمہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"کچھ بھی ہو۔ عمران نہیں مر سکتا۔۔۔ ہرگز نہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ نہ جانے کیوں وہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اسے یقین دلانا چاہتی تھی کہ عمران نہیں مر سکتا۔

دوسری طرف سے مزید کچھ کہے بغیر رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

وہ چند لمحے ریسیور کو ہاتھ میں لئے گھورتی رہی پھر کریڈل پر رکھ کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔ عجیب سا طوفان سینے میں اٹھ کر حلق میں گھٹ رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور لڑکھڑاتی ہوئی بستر کی طرف بڑھی۔ حلق میں گھٹ گھٹ کر رہ جانے والا طوفان اب ہچکیوں اور سسکیوں کی شکل میں امڈ پڑا تھا۔

پھر اسے ہوش نہیں وہ کتنی دیر تک بستر پر سر ٹکائے روتی رہی تھی۔ دوسری طرف آئیڈنٹی کاسٹ کے ماہرین ان چاروں کی

تصاویر مکمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے جن کے حلیے نعمانی نے بتائے تھے۔ بہرحال سائیکو مینشن اس وقت ایک ایسی بہت بڑی مشین معلوم ہو رہی تھی جس کا ہر پُرزہ اپنی اپنی جگہ مصروفِ عمل تھا۔

★

وہ ساحل سے تقریباً ایک میل تک آگے بڑھ آئے تھے لیکن کوئی تیسرا آدمی نہ دکھائی دیا۔ ریتیلی زمین کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور یہاں سے چڑھائی شروع ہوئی تھی اور یہ چڑھائی خاصی سرسبز تھی۔ اور پام کے درختوں کی ایک قطار بھی دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا ہم پاگل ہو گئے ہیں؟" دفعتاً مرسیانا رُک کر بولی۔

"نہیں، صرف اس حد تک بگڑ گئے ہیں کہ اظہار کے لئے مناسب الفاظ نہیں منتخب کر سکتے۔"

"کیا مطلب؟" مرسیانا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"پاگل نہیں ہوئے بلکہ بھوکے ہیں۔" عمران کراہا۔

"مجھ میں تو چلنے کی سکت نہیں رہی۔"

"تو پھر تم یہیں بیٹھو۔ میں اوپر جا رہا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔"

"تمہیں کاندھے پر بٹھا کر بھی نہیں چل سکتا۔"

پھر وہ احتجاج ہی کرتی رہ گئی تھی اور عمران چھلانگیں مارتا ہوا اوپر چڑھنے لگا تھا۔ ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے قریب رُک کر مُڑا۔ مرسیانا یہاں سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔ عمران نے دونوں ہاتھ ہلا کر اُسے اپنی تقلید کا اشارہ کیا لیکن وہ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہی۔

عمران پھر دوسری طرف مُڑ گیا۔ یہاں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا لیکن روئیدگی زیادہ نہیں تھی۔ پھر بھی آگے بڑھنے کے لئے اُسے کسی پگڈنڈی کی تلاش تھی لہٰذا وہ بائیں جانب مُڑا اور ناریل کے درختوں کے کنارے ہی کنارے چلنے لگا اور پھر جلد ہی اُسے ایک پگڈنڈی بھی مل گئی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آس پاس کوئی آبادی ضرور موجود ہے لیکن عمران اُس پگڈنڈی پر چل پڑنے کی بجائے اُسی راستے پر آگے بڑھتا رہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ویسی ہی دوسری پگڈنڈی دکھائی دی۔ اسی پگڈنڈی کی سیدھ میں وہ ساحل کی طرف مُڑا۔ پگڈنڈی نشیب میں اُترتی چلی گئی تھی اور ساحل یہاں سے اتنا دور نہیں جتنا اُس جگہ سے تھا جہاں سے وہ چڑھائی چڑھ کر آیا تھا۔ اس پگڈنڈی کی سیدھ والا ساحل حقیقتاً ویران اور بے کار نہیں لگ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے استعمال کیا جاتا ہو۔ بہرحال اس وقت وہاں کوئی کشتی بھی موجود نہیں تھی لیکن نہ جانے کیوں اُسے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی ابھی کسی کشتی نے ساحل چھوڑا ہو... اپنے اس تاثر کی تصدیق کرنے کے لئے وہ پھر نیچے اُترنے لگا۔ اس حصے سے اُسے مرسیانا نہیں دکھائی دی تھی۔ ریت کا کوئی قطعہ پار کئے بغیر وہ ساحل تک پہنچ گیا اور پھر اُسے اس کا ثبوت بھی مل گیا کہ اس حصے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بیئر کے تین خالی ڈبے اور سگریٹوں کے جلے ہوئے ٹکڑے وہاں آدمی کی موجودگی کا اعلان کر رہے تھے۔

وہ پھر چڑھائی کی طرف مُڑا اور ٹھٹک کر رہ گیا۔ جہاں سے وہ نیچے اُترا تھا۔ ٹھیک اُسی جگہ کوئی کھڑا دکھائی دیا۔ عمران نے تیزی سے تیزی سے قدم بڑھائے تھے لیکن کچھ دور چلنے کے بعد سخت مایوسی ہوئی۔ کیونکہ یہاں سے وہ اُسے اچھی طرح دیکھ سکتا۔ وہ مرسیانا تھی جو اب ہاتھ ہلا رہی تھی۔

"بالآخر تمہیں آنا ہی پڑا۔" عمران اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"تم یہ سب کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"سمندر سے تلی ہوئی مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"تم مجھے چھوڑ کر بھاگنے کے چکر میں ہو۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔"

"تم سے تو خدا ہی سمجھے گا۔ کیا نیوزی لینڈ میں مجھ جیسے نہیں پائے جاتے؟"

"بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن وہ تمہاری طرح دلآویز نہیں ہوتے۔"

"دلآویزی بھی شرط ہے بے وقوفی کے لئے؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں کھانے کے لئے کچھ تلاش کرو۔"

"اگر کسی اور مصیبت میں پھنس گئے تو؟" اس نے عمران کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی تک تم سے بڑی مصیبت مجھ پر نہیں پڑی۔"

"میں مصیبت ہوں؟"

"تم آخر میری ہی گردن میں کیوں جھول گئی تھیں۔ وہاں اور لوگ بھی تو تھے؟"

"جس معاملے کا مجھے ہوش نہیں تھا۔ اُس کے بارے میں کچھ نہ کہو۔"

"بہت بہتر۔ آگے بڑھو۔" اس نے اُسے پگڈنڈی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ مرسیانا کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے طوعاً و کرہاً چل پڑی ہو۔

"پتا نہیں اب کہاں جا پھنسیں۔" وہ کچھ دیر بعد بولی۔

"میرا خیال ہے کہ اب زیادہ عقل مندی کی ضرورت نہ ہو۔"

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہی ہوں مجھے یہ دن ہمیشہ یاد رہیں گے۔"

"یعنی ابھی تمہیں اُمید ہے کہ تم نیوزی لینڈ واپس پہنچ جاؤ گی۔"

"خدا جانے۔"

"بس ہوشیاری سے چلتی رہو۔"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بھی پُر اُمید ہو؟"

"مشینیں پُر اُمید ہونا نہیں جانتیں۔ وہ یا تو چلتی ہیں یا چپ چاپ کھڑی رہتی ہیں۔"

"تمہارے پاس ان الفاظ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔"

"مشینیں بے آواز نہیں چلتیں۔"

"تم واقعی پاگل معلوم ہوتے ہو۔"

"معلوم ہونا اور بات ہے اور ہونا اور بات۔ میں صرف اوّل درجے کا بے وقوف ہوں۔"

"میں نے بزرگوں سے سُنا ہے کہ خود کو بے وقوف کہنے والے بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔"

"اُن بزرگوں کے سامنے ہوتے ہوں گے۔ آج کل کے بے وقوف خالص بے وقوف ہوتے ہیں۔"

پگڈنڈی کے دونوں طرف ایک ایک ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ اُونچی روئیدگی کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔ جن کے درمیان ناریل کے درختوں کے علاوہ اور کوئی درخت دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ پگڈنڈی اتنی چوڑی نہیں تھی کہ وہ برابر سے چل سکتے۔ مرسیانا آگے تھی۔

"آخر کب تک اور کہاں تک چلیں گے؟" وہ رُک کر عمران کی طرف مُڑتی ہوئی بولی اور عمران اُس سے ایک فٹ کے فاصلے پر رُک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں کم زندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔

"م... میں..." وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"شروع ہی سے سوچ رہا ہوں کہ کسی مرحلے پر بوکھلا کر آنکھ کھل جائے گی... لل... لیکن اب یہ خواب نہیں معلوم ہوتا۔"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک عمران پُرمسرت لہجے میں بولا "وہ دیکھو... اُدھر...!"

اور پھر مرسیانا اُدھر مُڑی ہی تھی کہ بے اختیار چیخ پڑی۔ بائیں جانب تھوڑے ہی فاصلے پر دو عجیب الخلقت آدمی ہاتھوں میں وزنی موگریاں لئے کھڑے تھے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھی ناریل کے درختوں ہی کی طرح زمین سے اُگ آئے ہوں۔

مرسیانا دوسری چیخ کے ساتھ ہی عمران سے چپٹ گئی تھی۔

"مجھے تو یہ قبل از تاریخ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ بالکل گوریلوں کی طرح کھڑے ہوئے ہیں۔" عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

"بھاگو..." مرسیانا نے اُسے جھنجھوڑ دیا۔ "وہ اسی طرف آ رہے ہیں۔"

"آنے دو۔ میں انہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر آدم خور بھی ہوئے تو تمہاری اچھی قیمت ادا کریں گے۔"

"خدا کے لئے بھاگو۔" وہ گھگھیائی۔

لیکن عمران پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر وہ اُسے دھکا دے کر خود اُسی جانب بھاگ کھڑی ہوئی جدھر سے آئی تھی۔

شاید وہ اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لڑکھڑا کر دائیں جانب جھکا اور پھر اُس نے دیکھا کہ وہ دونوں اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے مرسیانا کے پیچھے دوڑے جا رہے ہیں۔ عمران اُٹھ کر اُن کے پیچھے دوڑنے لگا۔ پھر اُس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے تھے۔ ویسے بھی وہ خاصے بھاری جسم تھے۔ عمران ذرا ہی سی دیر میں اُن کے قریب پہنچ گیا۔ مرسیانا اُن سے بہت دور دوڑی جا رہی تھی۔

عمران نے پیچھے والے کی ٹانگوں میں اپنی ٹانگ اُلجھا دی تھی کہ وہ دھڑام سے اوندھے منہ نیچے جا پڑا۔ اس نے اُس کے اُوپر سے جست لگا کر دوسرے کو بھی جا لیا جو اپنے ساتھی کے حشر سے بے خبر مرسیانا کے پیچھے دوڑا جا رہا تھا۔ عمران نے اُس کے ساتھ بھی وہی حرکت کی اور وہ بھی اپنے ساتھی ہی کے حال کو پہنچ گیا۔ وہ اُسے بھی پھلانگتا ہوا مرسیانا کے پیچھے دوڑنے لگا اور جلد ہی اُس تک پہنچ گیا کیونکہ وہ بہرحال اُس سے زیادہ تیز تو نہیں دوڑ سکتی تھی۔

"ٹھہرو... ٹھہرو... یہ کیا حماقت ہے۔" اس نے کہا اور مرسیانا رُک کر اُس کی طرف مُڑی۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"وہ... کیا ہوا؟"

"وہ خاصے پیچھے رہ گئے ہیں۔"

"کک... کیسے...؟" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"مجھے نظر انداز کر کے وہ دونوں تمہارے پیچھے دوڑ پڑے تھے۔ ٹانگیں مار کر اُنہیں گرا آیا ہوں۔"

"ساحل ہی کی طرف چل پڑو۔ پتا نہیں اور کتنے ہوں گے۔" مرسیانا گھگھیائی۔

"اچانک عقب سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہوں۔

دونوں چونک کر آوازوں کی سمت متوجہ ہو گئے۔ یہ آوازیں اُدھر ہی سے آ رہی تھیں جدھر سے وہ دوڑتے ہوئے آئے تھے اور یہ آوازیں مردانہ تھیں اور اتنی بھاری تھیں جیسے گائیوں اور بھینسوں نے آدمیوں کی طرح رونا شروع کر دیا ہو۔ مرسیانا حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تو وہی دونوں معلوم ہوتے ہیں۔ چلو دیکھیں۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ اب میں اُدھر واپس جاؤں گی۔"

"وہ زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔ بالکل گوریلوں کی طرح ٹانگیں خمیدہ کر کے چلتے ہیں۔"

"وہ دو ہی تو نہ ہوں گے؟"

"تو پھر تم تنہا کہاں جاؤ گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم میرا کہنا نہیں مانو گے۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہر نئی چیز کے لئے میری بے تابی بڑھ جاتی ہے۔ ماقبلِ تاریخ کے ان آدمیوں کو قریب سے ضرور دیکھوں گا۔"

"اگر آدم خور ہوئے تو؟"

"تب تو یہ بھی دیکھ سکوں گا کہ وہ آدمی کا گوشت کس طرح کھاتے ہیں۔" عمران بے حد خوش ہو کر بولا۔

"خدا کے لئے پیچھے چلو۔ میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں گی... مم... میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"کیا مطلب... کون سی خاص بات...؟" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"پیچھے چلو...!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر نشیب کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

"بھوک کے مارے دَم نکل رہا ہے۔"

"میری بھوک مر گئی ہے۔ پہلے میری بات سن لو۔"

"چلو...!" عمران مردہ سی آواز میں بولا اور اس کے ساتھ گویا گھسٹنے لگا۔ اس طرح وہ ساحل تک آ گئے اور مرسیانا ایک جگہ بیٹھ گئی۔ عمران کھڑا اسے مستفسرانہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"میں شوٹری لینڈ کی باشندہ نہیں ہوں۔" وہ کچھ دیر بعد اس سے نظر ملائے بغیر بولی۔

"یہ بات تم مجھے اوپر ہی بتا سکتی تھیں بھلا مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم شوٹری لینڈ کی ہو یا سوانزی لینڈ کی۔"

"مطلب یہ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھتے ہو۔"

"میں ابھی تک کچھ سمجھا ہی نہیں ہوں۔"

"میں تمہاری دشمن ہوں۔" وہ جھلا کر بولی۔

"وہ بھی ظاہر ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "ورنہ اس ویرانے میں بھی میرا دماغ کیوں چاٹ رہی ہوتیں۔"

"تم سمجھے کیوں نہیں۔"

"سمجھ گیا۔"

"کیا سمجھے؟"

"یہی کہ تم میری دشمن ہو اسی لئے مجھے بھوکا مار دینا چاہتی ہو۔"

"اوپر تم خود کھا لیتے...۔"

"بھوک اسی اسٹیج پر پہنچ گئی ہے کہ اگر کھانا نہیں ملتا تو خود مجھے ہی کھا جائے۔"

"یہاں شاید اُن ہی لوگوں کی آبادی ہے۔"

"اور وہ بیئر اور سگریٹ بھی پیتے ہیں۔"

"کیا مطلب...؟"

"اُٹھو... اِدھر آؤ... اور یہ دیکھو۔"

عمران نے اُسے بیئر کے خالی ڈبے اور سگریٹوں کے ٹکڑے دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ بیئر اور سگریٹ ہم نے نہیں پیئے تھے۔"

"خدا یا جانے کیا چکر ہے۔ لیکن میں بُرے جنجال میں پھنس گئی ہوں۔"

"وہ تو ظاہر ہے۔"

"آخر تم سمجھتے کیا ہو؟" وہ پھر جھنجھلا گئی۔

"تم نے ابھی تک کچھ سمجھانے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"میں دھوکا کر کے آئی تھی کہ تم سے تصویر کا نیگیٹو حاصل کر لوں گی اور اپنے طور پر کام کر رہی تھی۔"

"تم دھوکا کر کے کہاں سے آئی تھی؟"

"تمہارے ہی شہر سے..."

"اچھا تو پھر...؟"

"اسی لئے تمہاری گردن میں جھول گئی تھی۔"

"تو وہ سب کچھ محض ڈرامہ تھا؟"

"یہی سمجھ لو...!"

"اب کچھ سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا فائدہ۔"

"پھر بھی میں تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔"

"جتنی جلد ممکن ہو سکے بتا دو۔"

"شاید تم یقین نہ کرو۔"

"تم اس کی پروا مت کرو۔"

"میں نہیں جانتی کہ یہ سیاہ فام لوگ کون ہیں جنہوں نے ہمیں پکڑا تھا۔"

"بات وہاں سے شروع ہونی چاہیئے جہاں ہم کافی پی کر بے ہوش ہوئے تھے۔" عمران نے کہا۔

"چلو یہی سہی۔ کافی میں بے ہوشی کی دوا میں نے ہی ڈالی تھی اور پوز کیا تھا کہ مجھ پر بھی بے ہوشی طاری ہو رہی ہے۔"

"ہاں میں نے دیکھا تھا۔ پہلے تم ہی بے ہوش ہوئی تھیں اور میں تمہاری... نبض لینے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ خود بھی گر پڑا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

"بہر حال میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ بے ہوشی اپنی پوز کی تھی۔ ساتھیوں کو پہلے ہی سے علم تھا کہ ایسا ہونا ہے۔ تمہارے بے ہوش ہو جانے کے بعد میں نے انہیں فون پر اطلاع دی لیکن تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ فام آدمی آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بے ہوشی کی حالت میں اس نے تم پر ایک بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا۔ پھر ایک ڈاکٹر دو آدمیوں سمیت وہاں پہنچا۔ تم اسٹریچر پر ڈال دیئے گئے اور ہم سب کمرے سے نکل کر ایک ایمبولینس گاڑی تک آئے۔ تمہارا اسٹریچر اس پر رکھ دیا گیا۔ مجھ سے بھی اس گاڑی میں بیٹھنے کو کہا گیا تھا۔ گاڑی روانہ ہو گئی اور کچھ دور چلنے کے بعد دو آدمیوں نے مجھے بے دست و پا کر دیا اور تیسرا کوئی سیال میرے بازو میں انجکٹ کرنے لگا۔ میں ہکلا گئی اور بے ہوش ہونے سے قبل مجھے احساس ہو گیا کہ میرے ساتھیوں کی بجائے کسی اور نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"تمہیں تو اسی وقت ہوشیار ہو جانا چاہیئے تھا جب ایک سیاہ فام آدمی تمہارے کمرے میں داخل ہوا تھا۔" عمران نے کہا۔

"اوہ لیکن اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بھی ہم ہی لوگوں سے متعلق ہے۔ اجنبی چہرہ دیکھ کر مجھے شک و شبہے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔"

"خیر تو پھر کیا ہوا؟"

"پھر جو کچھ ہوا تم اس سے واقف ہی ہو۔ بس اتنا یاد ہے کہ میں تم سے پہلے ہوش میں آ گئی تھی اور پھر تمہیں بھی جگانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ بہر حال میں قطعی نہیں جانتی کہ یہ سیاہ فام لوگ کون ہیں۔"

"ہو سکتا ہے تمہارے ایسے آدمی ہوں جنہیں تم نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔"

"ناممکن۔ اگر میرے ساتھی ہوتے تو مجھے کیوں بے ہوش کرتے...؟"

"اگر تم سچ بول رہی ہو تو ایسا ہی ہوگا۔"

"لیکن مجبوراً۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "تم نے ٹی۔ وی پر وہ فلم دیکھی تھی جس میں چند ہپیوں نے باؤل دے سوف والی پینٹنگ آگ میں جھونک دی تھی۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں بھی اُن ہپیوں میں شامل تھی۔"

"تم...!" عمران کے لہجے میں حیرت تھی اور وہ اسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں وہ پینٹنگ میری موجودگی ہی میں جل کر بھسم ہو گئی تھی لیکن میں قطعی نہیں جانتی کہ اس واقعے کی تصویر کشی کب ہوئی اور کس نے کی۔"

"بڑی عجیب کہانی سنائی ہے تم نے لیکن ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم لوگ خود کیا بلا ہو؟"

"دیکھو میں شروع سے بتاتی ہوں۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ہپیوں کے ایک ٹولے سمیت تمہارے پڑوسی ملک میں آئی تھی۔ وہاں پولیس نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا اور ہم غیر قانونی طور پر تمہارے ملک میں داخل ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ میں تنہا رہ گئی تھی۔ تمہارے ملک میں ایک آرٹسٹ وان بروف نامی شخص سے ملاقات ہوئی اور وہ میری کفالت کرنے لگا۔ یہ بھی ہپی ہے اور ہپیوں کا ایک گروہ اس کے گرد جمع رہتا ہے۔ ان میں عورتیں بھی ہیں اور وان بروف انہیں اس بات کی ٹریننگ دیتا ہے کہ وہ کس طرح سرکاری افسروں سے مراسم بڑھا کر ان سے سرکاری راز حاصل کریں۔ لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس تمہاری تصویر موجود ہے۔"

"اچھا۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ "تب تو میں بڑا خوش نصیب ہوں..."

"پوری بات سنو۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"سس... سناؤ۔" عمران ہکلا کر رہ گیا۔

"خواہ مخواہ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے متعلق سب کچھ جانتی ہوں اور تمہاری تصویر ہمارے پاس اس لئے موجود ہوتی ہے کہ ہم تمہیں پہچان کر تم سے دور ہی رہیں۔"

"افسوس صد افسوس۔ دور رہنے کے لئے تصویر رکھ چھوڑی ہے میری۔"

"ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو۔ بہر حال وان بروف نے باؤل دے سوف والی پینٹنگ میک یاور کے پاس سے اڑائی تھی اور اسے آگ میں جھونک دیا تھا۔ پھر میں

اطلاع ملی تھی کہ تمہارے پاس اس پینٹنگ کے فوٹوگراف اور نیگیٹو بھی ہیں۔ انہیں بھی کسی طرح حاصل کر کے ضائع کر دینا چاہیے۔ میں نے فوٹوگراف اور نیگیٹو حاصل کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا اور بقیہ ساتھیوں سے الگ ہو گئی تھی۔ یہ ہے میری کہانی اور اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔"

"تم لوگوں نے وہ پینٹنگ ضائع کیوں کی؟"

"میں نہیں جانتی اس کا علم شاید وان بروف کو ہو گا۔"

"تم تو یہ بھی نہیں جانتی کہ اس پینٹنگ کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی تھی؟"

"یقیناً میں یہ نہیں جانتی۔"

"بے حد عجیب کہانی سُنائی ہے تم نے لیکن تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ سیاہ فام لوگ تمہارے ہی گروہ سے تعلق نہیں رکھتے؟"

"سامنے کی بات ہے۔ اگر میرے گروہ سے متعلق ہوتے تو میں اس حال کو کیوں پہنچتی؟"

"بہت نادان ہو۔ ایسے گروہوں کے افراد محض آلۂ کار ہوتے ہیں۔ اگر تم مر بھی جاؤ تو ان کے کاز کو کیا نقصان پہنچے گا؟"

"پھر بھی نہیں!" وہ چونک کر بولی اور وہ خوف زدہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"لہٰذا یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھی تمہارے ہی گروہ سے متعلق نہیں ہیں۔ خیر اب تم مجھے وان بروف کے بارے میں بتاؤ۔"

"وہ ساجد بیبرسن انٹرپرائزز کا جنرل منیجر ہے۔"

"وہ جرمن ہے؟"

"ہاں۔ اس نے مجھے یہی بتایا تھا۔"

"وہ خود کس ملک کے لئے کام کر رہا ہے؟"

"یہ بھی شاید ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

"تمہارے گروہ میں کتنے افراد شامل ہیں؟"

"غالباً بیس یا پچیس..."

"سوال یہ ہے کہ تم نے مجھے اپنی یہ کہانی سُنائی ہی کیوں؟"

"میں بہت خوف زدہ ہوں۔ صحیح معنوں میں تمہاری ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ خود مجھے ایسے حالات سے گزرنا پڑے گا۔"

"تم نے اب تک کتنے سرکاری افسروں سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"کسی سے بھی۔ وان بروف خود ہی کسی کو کسی کے پیچھے لگا دیتا ہے۔"

"تم تو ابھی اناڑی ہو۔"

"خدا جانے میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں۔"

"خیر... تو اب تیار ہو جاؤ۔ ہم پھر اوپر چل رہے ہیں۔"

"پھر وہی... میں کہتی ہوں آخر تم سمجھتے کیوں نہیں۔ پتا نہیں یہ لوگ کون ہیں۔"

"وہی لوگ مجھے لائے ہیں اور کسی خاص مقصد کے تحت لائے ہیں۔ لہٰذا مجھے خود ہی دیکھنا چاہیے کہ مقصد کیا ہے۔ تاکہ ہم بے خبری میں بیچ ہی نہ مارے جائیں۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ ان خطرناک وحشیوں کی تعداد صرف دو ہی ہو گی؟"

"یہاں بیٹھے بیٹھے تو کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔"

"ہم صرف اس لئے بچ گئے کہ وہ تیز نہیں دوڑ سکتے۔"

"دراصل مجھے ان پر ترس آ رہا ہے۔ اپنی ناکامی پر کس بُری طرح رو رہے تھے بے چارے۔"

"ہو سکتا ہے ہماری طرح وہ بھی بھوکے ہوں۔" مرسیانا جل کر بولی۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں کسی کی بھی تو بھوک مٹے۔ چلو اُٹھو۔"

"میں تو ہرگز نہیں جاؤں گی۔ بھوکی مر جاؤں گی لیکن آدم خوروں کا نوالہ نہیں بنوں گی۔"

"ہو سکتا ہے وہ سبزی خور ہوں اور انہیں محض کمپنی کی تلاش ہو۔"

"تم جہنم میں جاؤ۔ میں تو نہیں جاؤں گی۔"

"اور اگر یہاں آسمان سے کوئی نازل ہو گیا تو...؟"

"میں اب تم سے نہیں بولوں گی۔"

دفعتاً عمران نے آگے ہاتھ اُٹھا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کسی آواز کی طرف کان لگا دیئے۔

"کوئی موٹر بوٹ معلوم ہوتی ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کہاں؟" وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "میں نے تو آواز نہیں سُنی۔"

"ابھی دُور ہے۔" عمران نے کہا اور چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ پھر اُس کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ "یہاں تو ہم دیکھ لئے جائیں گے۔"

"میں اوپر نہیں جاؤں گی۔"

"دیکھو پچھتاؤ گی۔ اگر خود ان ہی لوگوں نے ہمیں گھیر گھار کر آدم خوروں کے حوالے کر دیا۔ اوپر تو ہم کہیں چھپ بھی سکیں گے۔ یہاں اس چٹیل میدان میں دُور سے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔"

وہ طوعاً و کرہاً اُس کے ساتھ گھسٹنے لگی۔

عمران مُڑ مُڑ کر پیچھے بھی دیکھتا جا رہا تھا لیکن موٹر بوٹ ابھی تک نہیں دکھائی دی تھی۔ البتہ ساحل کے پُرسکون ہونے کی وجہ سے اب مرسیانا نے بھی اُس کی آواز سُن لی تھی۔ وہ چڑھائی تک پہنچ گئے اور اُوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

"اوہ... ٹھہرو... اِدھر چلو..." عمران بائیں جانب مُڑتا ہُوا بولا۔

یہاں کسی غار کا چھوٹا سا دہانہ نظر آیا تھا۔ دوسری طرف ایک چھوٹی سی چٹان سر اُٹھائے کھڑی تھی۔ جس کی اوٹ میں آ جانے کے بعد وہ ساحل سے نہیں دیکھے جا سکتے تھے۔

غار میں اُترنا مخدوش بھی ہو سکتا تھا لیکن اس چٹان کی اوٹ لے کر پیٹ کے بل لیٹ جاتے تو چڑھائی پر آنے والوں کی نظریں بھی اُن پر نہ پڑ سکتیں۔

"چلو اِدھر لیٹ جاؤ..." عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"تم... کیا مصیبت ہے۔ اگر اُوپر سے وہ دونوں آ گئے تو؟" وہ بھنّائی۔

"یہ سب دیکھنا میرا کام ہے۔ تم فکر نہ کرو۔"

اب موٹر بوٹ کے انجن کا شور واضح طور پر سُنائی دے رہا تھا لیکن وہ ایسی پوزیشن میں تھے کہ ساحل کی طرف نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر انجن کا شور تھم گیا۔ گویا بوٹ لنگر انداز ہو چکی تھی۔

"اسی طرح چپ چاپ پڑی رہو۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "سر بھی نہ اُٹھانا۔"

وہ بھی اُس کے قریب ہی زمین پر اوندھا پڑا ہُوا تھا۔

"اُوپر کا بھی دھیان رکھنا۔" وہ خوف زدہ آواز میں بولی۔

"میں ہوشیار ہوں۔"

پھر وہ دم سادھے پڑے رہے تھے اور کچھ دیر بعد انہوں نے چڑھائی پر قدموں کی آہٹ سُنی۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ دو افراد کے پیروں کی چاپ تھی اور پھر جب وہ کسی قدر بلندی پر پہنچ گئے تو اس نے انہیں بھی دیکھ لیا۔ انہوں نے پشتوں پر بڑے بڑے تھیلے لاد رکھے تھے۔ وزن کا احساس ان کی چال سے ہو رہا تھا۔ دونوں سیاہ فام تھے لیکن وہ پہلے گزرنے والوں کی طرح ماقبل از تاریخ کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے کیونکہ ان کے جسموں پر جدید ترین ملبوسات زیب تن تھے۔

دفعتاً عمران کو نئی سوجھی۔ ہاتھ بڑھا کر مرسیانا کا شانہ دبوچ لیا۔ وہ سسکاری لے کر رہ گئی لیکن کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے اور آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ عمران نے شانے کی وہ مخصوص رگ دبائی تھی جس پر دباؤ پڑنے سے حواس معطل ہو جاتے ہیں۔

پھر اس نے اُسے بحالتِ بے ہوشی اُٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور اُنہی دونوں کے پیچھے پیچھے چڑھائی پر چلنے لگا۔ وہ ایسی پوزیشن میں نہیں تھے کہ مُڑ کر اس کی طرف دیکھ سکتے لیکن اس کے پیروں کی چاپ سُن کر کسی قدر ٹھٹکے ضرور تھے۔ اِدھر عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بھی انہی کا ساتھی ہو۔

اوپر پہنچ کر دونوں اُس کی جانب مُڑے اور پھر حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ عمران بھی احمقوں کی طرح اُن کی شکلیں تک رہا تھا لیکن وہ اُس سے کچھ کہے بغیر اُسی پگڈنڈی پر مُڑ گئے جس پر سے عمران کچھ دیر قبل گزرا تھا۔ کچھ دُور چلنے کے بعد وہی دونوں وحشی پھر دکھائی دیئے۔ ان سیاہ فاموں نے بھی انہیں دیکھا لیکن بدستور چلتے رہے۔ عمران کن انکھیوں سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ اس بار وہ دونوں اس کی طرف بڑھے نہیں تھے۔ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے۔

دونوں سیاہ فام خاموشی سے چل رہے تھے اور عمران نے ابھی تک انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ڈھلان شروع ہو گئی۔ یہ ایک عجیب سی پیالہ نما وادی تھی۔ اونچے خودرو درختوں میں صرف تاڑ کے درخت چاروں طرف بکھرے نظر آ رہے تھے۔ دوسری روئیدگی دو ڈھائی فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ وہ نشیب میں اُترتے رہے۔ پھر اچانک عمران نے محسوس کیا کہ مرسیانا ہوش میں آ رہی ہے۔

"ارے ارے... یہ کیا۔" اس نے اُسے بڑبڑاتے سُنا لیکن خود خاموشی سے چلتا رہا...

"ارے ارے اُتارو مجھے۔" وہ مچلنے لگی۔

"دونوں مُنہ کے بل گریں گے اور نیچے لڑھکتے چلے جائیں گے۔" عمران نے کہا۔

"میں کہتی ہوں اُتارو..."

"اس کے لئے رُکنا پڑے گا۔ رُکے اور گرے۔ پتا نہیں کس طرح سنبھال رکھا ہے تمہیں۔"

"ت... تم نے... میرا شانہ دبایا تھا۔"

"بے ہوش کرنے کے لئے تاکہ تمہاری نقل و حمل میں دشواری پیش نہ آئے۔"

"تو تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو؟"

"آدم خوروں کے درمیان۔"

دفعتاً وہ بُری طرح چیخنے لگی۔ "چھوڑ دو مجھے۔ چھوڑ دو مجھے۔"

ساتھ ہی چل بھی رہی تھی۔ آگے چلنے والے دونوں سیاہ فام رک گئے۔ یہاں کسی قدر سطح زمین تھی اور وہ قدم جما سکتے تھے۔ عمران بھی رک گیا اور مرسیانا کو کاندھے ہی پر سنبھالے رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ کیا ہے مسٹر...؟" ان میں سے ایک نے عمران سے سوال کیا۔

"تمہارے شانوں پر کیا ہے؟" عمران نے بھی سوال جڑ دیا۔

"یہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔"

"یہ بھی میرے کھانے پینے کی چیز ہے۔" عمران بولا۔

"تم اسے زبردستی کہیں سے اٹھا لائے ہو۔" دوسرے سیاہ فام نے پوچھا۔

"سیدھی طرح کون آتی ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"تم نے غلطی کی ہے۔ ہم یہاں کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔"

"کیا تم لوگ آسمان سے ٹپکے ہو؟"

"کیا مطلب...؟"

"مطلب صاف ہے۔"

"نہیں ہم مطلب ضرور پوچھیں گے۔" ایک نے کہا اور اپنے شانے کا بوجھ اتار کر نیچے رکھ دیا۔ دوسرے نے بھی اس کی تقلید کی...

"لیکن میں اپنا بوجھ نہیں اتار سکتا۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟"

"بھاگ جائے گی۔"

"اے مسٹر۔ تم وہی کرو گے جو ہم کہیں گے۔" ایک سیاہ فام نتھنے پھلا کر بولا۔

"کہہ کر دیکھو۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"اسے اتار دو۔"

مرسیانا نے بھی دم سادھ لیا تھا۔

"کیا میں تمہیں اتار دوں؟" عمران نے مرسیانا کی پشت پر زور سے ہاتھ مار کر پوچھا۔

"نن... نہیں۔" وہ ہکلا کر بولی۔ اترنے کے لئے وہ اسی وقت تک ہاتھ پیر مارتی رہی تھی۔ جب تک ان دونوں کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔

عمران ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔ "سن لیا تم نے؟"

"ہم خود پوچھیں گے۔" ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

"لیکن نتیجے کے خود ذمہ دار ہو گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ رک گیا۔

"منہ نوچ لیتی ہے۔"

"تم کیوں محفوظ ہو؟"

"آج تک کسی سوار نے گھوڑے کا منہ نوچا ہو تو بتاؤ؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں اس کا گھوڑا ہوں۔ کبھی پیدل نہیں چلتی۔"

"اوہ۔ میں سمجھا تھا شاید زبردستی اٹھا لائے ہو۔"

"اور پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ کسی کے معاملات میں دخل اندازی کرتے پھریں۔" دوسرا بولا۔ "چلو اٹھاؤ اپنا تھیلا۔"

"ذرا ٹھہرو۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "گھوڑا اور سوار بہت بھوکے ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ ان تھیلوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔"

"تم نے بھی تو کہا تھا کہ تمہارے کھانے کی چیز تمہارے کاندھے پر لدی ہوئی ہے۔"

"لیکن اتفاق سے اس چیز کو بھی بھوک لگتی ہے۔"

"پھر بھی ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہیں اس میں سے کچھ نہیں دے سکیں گے ویسے تم اگر چاہو تو ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔ جس کی یہ چیزیں ہیں اسی سے مانگ لینا۔"

"چلو۔ میں تیار ہوں۔" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"نہیں نہیں۔ میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔" مرسیانا نے کہا۔

"تو پھر گھوڑا گھاس کھانے لگا اور تم صبر کرنا۔"

"خداوندا کس جنجال میں پڑ گئی ہوں۔" وہ منمنائی۔

دونوں سیاہ فام اپنے اپنے تھیلے کاندھے پر ڈال کر آگے بڑھ گئے تھے۔

"نہیں ان کے پیچھے مت چلو۔" مرسیانا نے پھر ہاتھ پیر مارے۔

"اچھا تو پھر اترو میرے کاندھے سے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ بھی ناممکن ہے کیونکہ میں بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔"

"ارے تو کیا واقعی میں تمہارا گھوڑا ہوں؟"

"تم جانو۔ میں نے تو نہیں کہا تھا۔"

"سنو۔ اگر تم تھوڑی سی مدد کرو تو ان سے تھیلے چھین لیے جائیں۔"

"کک... کیا مطلب...؟"

"انہیں آواز دے کر روکو اور باتوں میں لگا لو۔"

"کس طرح آواز لگاؤں...؟"

"نہیں ٹھہرو... میں تمہیں اتارے دیتا ہوں۔ تم بچاؤ بچاؤ چیختی ہوئی ان کی طرف دوڑ لگاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ بولی۔ "لیکن اگر وہ دونوں آدم خور کسی طرف سے نمودار ہو گئے تو..."

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔" عمران نے کہتے ہوئے اسے کاندھے سے اتار دیا۔ اور وہ "بچاؤ بچاؤ" چلاتی ہوئی دونوں کالوں کے پیچھے دوڑی لیکن انہوں نے رک کر اس کی طرف بڑھنے کی بجائے خود بھی دوڑنا شروع کر دیا اور وہ بھی اسی کی طرح "بچاؤ بچاؤ" کی ہانک لگا رہے تھے۔ وہ رک گئی اور مڑ کر عمران کو اس طرح گھورنے لگی جیسے کچا ہی چبا جائے گی۔

عمران بھونچکا کھڑا تھا۔ ایسے ہی لگتا تھا جیسے کوئی بھرپور چپت رسید کر کے بھاگ گیا ہو۔

"اب بتاؤ۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"مجھ سے بھی زیادہ احمق معلوم ہوتے ہیں۔" عمران بے بسی سے بولا۔

دونوں کالے اب بھی اسی طرح چیختے ہوئے دوڑے جا رہے تھے۔ عمران نے مرسیانا کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"ہرگز نہیں۔" وہ جھلا کر بولی۔ "پیدل نہیں چلوں گی۔"

"کیا؟" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"گھوڑے کی عادی ہو گئی ہوں۔"

"ہنہنانا شروع کر دوں گا۔"

"کچھ بھی کرو۔ میں پیدل ہرگز نہیں چلوں گی۔"

"یہ بات ہے۔" عمران نے آنکھیں نکالیں اور اسے ایک طرف ہٹا کر خود بھی کالوں ہی کی طرح "بچاؤ بچاؤ" کی ہانک لگاتا ہوا بھاگ نکلا۔

مرسیانا "ارے ارے" بکتی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی۔

"ٹھہرو... ٹھہرو... سنو... میں خوف زدہ ہوں... خدا کے لئے... میں مذاق کر رہی تھی... ٹھہر جاؤ! وہ گرتی پڑتی اس کے پیچھے دوڑتی رہی۔

عمران بالآخر رک گیا اور وہ اس کے قریب پہنچ کر ہانپتی ہوئی بولی۔ "تم درندے ہو۔"

"عورتیں آج تک میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ اگر میں تمہیں اپنے کاندھے سے اتار دوں تو تم مجھے درندہ کہو گی۔"

"کیا میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے اپنے کاندھے پر لاد لو؟"

"چلو میں نے معاف کیا۔ اب شرافت سے پیدل چلتی رہو۔"

"کب اور کہاں تک؟"

"ظاہر ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔"

"یہ کالے آدمی تو بالکل ہی سمجھ میں نہیں آئے۔" مرسیانا نے کہا اور عمران کچھ کہے بغیر پھر چلنے لگا۔ دونوں کالے آدمی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

پگڈنڈی سیدھی نہیں تھی۔ بلکہ نشیب میں کسی قدر پیچیدہ ہو گئی تھی۔ دونوں سیاہ فام بھی کسی موڑ پر گم ہو جاتے اور کبھی دکھائی دینے لگتے۔ ویسے وہ اب دور نہیں رہے تھے۔ لیکن رفتار خاصی تیز تھی۔

وہ پیالہ نما وادی کی تہہ سے قریب ہوتے رہے اور انہیں پیڑوں کے درمیان کہیں کہیں جھونپڑے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"کہیں یہ جگہ ہمارے لئے قید خانہ ہی نہ ثابت ہو۔" مرسیانا تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کچھ بھی ہو۔ اب تو پھنس ہی گئے ہیں۔" عمران نے طویل سانس لے کر کہا اور اپنی رفتار کسی قدر تیز کر دی۔ اسی کی مناسبت سے مرسیانا نے بھی قدم بڑھائے تھے۔ وہ اپنے اور اس کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

وادی میں پہنچ کر عمران رک گیا۔ ان دونوں سیاہ فاموں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

"وہ کہاں غائب ہو گئے؟" مرسیانا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ ہاں... خیر دیکھا جائے گا۔ تم وہ جھونپڑا دیکھ رہی ہو؟"

"دیکھ رہی ہوں۔ ویران معلوم ہوتا ہے۔"

"بس تو اسی سے ابتدا کرتے ہیں۔" عمران بولا۔

"کیا کرو گے...؟"

"گھس چلیں..."

"اگر ان جھونپڑوں میں وہی آدم خور ہوئے تو؟"

"آدم خور اتنے نفیس جھونپڑے نہیں بنا سکتے۔ ذرا دیکھو کتنی خوب صورتی سے ناریل کے تنوں کو جوڑ کر دیواریں بنائی گئی ہیں۔"

"میرا دل نہیں چاہتا کہ اس جھونپڑے میں قدم رکھوں۔"

ٹھیک اسی وقت وہی دونوں کالے اس جھونپڑے سے برآمد ہو کر ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"کیا خبر ہے؟" عمران نے ان سے سوال کیا۔

"کیسی خبر...؟" الٹا سوال کیا گیا۔

"مطلب یہ کہ اس جھونپڑے میں کون ہے؟"

"کوئی بھی نہیں...!" ایک نے جواب دیا۔

"وہ سامان کہاں ہے جو تم اٹھائے ہوئے تھے۔"

"جھونپڑے میں۔"

"کس کے لئے ہے؟"

"ہم نہیں جانتے۔ جب بھی آتے ہیں سامان یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔"

"کہاں سے آتے ہو؟"

"گھر سے ...."

"گھر کہاں ہے؟"

"اس کے گھر کے قریب۔" اس نے دوسری طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"اس کا گھر کہاں ہے؟"

"میرے گھر کے قریب۔"

"تم دونوں کے گھر کہاں ہیں؟"

"آس پاس۔"

"اچھی بات ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "اب جلدی سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔"

"بہت اچھا۔" یہ کہہ کر اُس نے چڑھائی کی طرف دوڑ لگا دی۔ اور دوسرا بھی اُس کے پیچھے دوڑنے لگا۔

"کیا یہ دونوں پاگل ہیں۔"

"پہلے ان کے بیان کی تصدیق کر لو پھر کوئی رائے قائم کرنا۔" عمران نے جھونپڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا کر رہے ہو .... ٹھہرو۔" مرسیانا نے اُس کا بازو پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

مرسیانا اُسے جھونپڑے میں داخل ہوتے دیکھتی رہی لیکن خود اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی۔

دوسرے ہی لمحے عمران پھر باہر آیا اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ "آ جاؤ۔ وہ غلط نہیں کہہ رہے تھے۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔"

وہ جھجکتی ہوئی اُس کے ساتھ آگے بڑھی اور جھونپڑے میں داخل ہو گئی۔ پہلے ہی جس چیز پر اس کی نظر پڑی وہ ایک بڑی میز تھی اور اس پر وہ سارا سامان بکھرا پڑا تھا جو اُن کے ہم سفر سیاہ فام ملازم لے گئے تھے۔ خوراک کے سربند ڈبوں، شراب کی بوتلوں اور روزمرہ کے استعمال کی دوسری چیزوں پر مشتمل یہ سامان جن تھیلوں میں لایا گیا تھا وہ بھی فرش پر پڑے تھے۔

"ارے کوئی اور بھی ہے یہاں۔" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا لیکن کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ جھونپڑا کئی کمروں پر مشتمل معلوم ہوتا تھا۔

پھر عمران نے جھپٹ کر وہ لفافہ اُٹھا لیا جو اسی میز کے ایک گوشے پر رکھا ہوا تھا۔ مرسیانا بھی آگے بڑھ آئی اور لفافے پر جھکتی ہوئی بولی۔ "او ہو! اس پر تو تمہارا ہی نام تحریر ہے۔"

"ہے تو۔" عمران نے پر تشویش لہجے میں کہتے ہوئے لفافہ چاک کیا۔ اس سے برآمد ہونے والے پرچے پر تحریر تھا۔

"تم دونوں اس خوف ناک جزیرے میں بظاہر تنہا ہو لیکن اس پر خوش ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم بھی نہیں جانتے کہ یہ آدم خور کہاں سے آتے ہیں اور کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہم نے جزیرہ خالی کر دیا ہے۔ سارے جھونپڑے ویران ہیں۔"

مرسیانا نے بھی یہ تحریر دیکھی اور جھپٹ کر جھونپڑے کا دروازہ بند کر دیا۔ عمران شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "عقل مند آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"انہوں نے سوچا ہوگا کہ آدم خوروں کا نوالہ بننے سے پہلے کہیں ہم بھوکے نہ مر جائیں اسی لئے کھانے پینے کا سامان بھی بھجوا دیا ہے۔ لہٰذا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ہمدرد ہیں یا آدم خوروں کے۔"

"کہاں کی بات نکال بیٹھے ہو۔" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔ "مجھے ان کے حوالے کر کے پیچھا چھڑاؤ۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اب بھی ان ہی کی نوکری میں ہو۔"

"نہیں، یہ وان ہروف کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔ ہرگز نہیں۔ بیک باور بھی تو ہم میں سے نہیں تھا۔"

"سب جائیں جہنم میں۔" عمران سر جھٹک کر بولا۔ "یہاں کچن بھی ضرور ہوگا۔ آؤ دیکھیں۔"

جھونپڑا تین کمروں، ایک کچن اور ایک باتھ روم پر مشتمل تھا۔ کچن میں کیروسین کے کچھ ڈبے تھے جن میں ایندھن موجود تھا۔ "میں بینز اور بیف کے ڈبے اُٹھا لاتا ہوں۔" عمران نے کہا اور مرسیانا کو کچن ہی میں چھوڑ کر بڑے کمرے میں واپس آ گیا۔

★

ایکس ٹو کی پوری ٹیم حرکت میں آ گئی تھی اور بلیک زیرو نے فیلڈ ورکرز کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ فی الحال سائیکو مینشن سے دور رہیں اور اپنی قیام گاہوں تک محدود رہ کر اُس کے احکامات کے منتظر رہیں۔ جوزف کو راناپیلس طلب کر کے اُس سیاہ فام آدمی کی تصویر دکھائی جو نعمانی کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق سائیکو مینشن کے آئیڈنٹی کاسٹ یونٹ نے تیار کی تھی۔

"میں اسے تلاش کروں گا۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن میں کسی طرح بھی یقین نہیں کر سکتا کہ میرا باس کسی بے بس چوہے کی طرح سمندر میں غرق ہو گیا ہو گا۔"

"یقین تو مجھے بھی نہیں ہے۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "یقیناً ان لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی جو اس ایمبولینس کا تعاقب کر رہے تھے۔"

"خدا جانے ...."

"مجھے یقین ہے مسٹر طاہر!"

"بس تو پھر اس آدمی کی تلاش تمہارے ذمے۔"

"کیا یہ بھی اسی ایمبولنس میں تھا؟"

"ہاں، یہی اطلاع ہے۔ اگر وہ گاڑی غرق بھی ہو گئی ہے۔"

"بس، مسٹر طاہر!" جوزف ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "بار بار غرقابی کی بات نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔" بلیک زیرو طویل سانس لے کر بولا۔

پھر جوزف وہاں سے سیدھا اُس علاقے میں پہنچا جہاں زیادہ تر غیر ملکی سیاہ فام لوگ آباد تھے۔ اُن میں سے متعدد افراد سے اُس کی شناسائی بھی تھی۔ اُسے علم تھا کہ کہاں سے صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی۔

بلیو اسٹریک بار کی مالکہ کاؤنٹر ہی پر موجود تھی۔ وہ جوزف کو دیکھ کر مسکرائی۔ "آؤ، بلانوش! تم اتنے دنوں کہاں رہے؟"

جواب میں جوزف نے دانت نکال دیئے۔

"کسی قدر تندرست نظر آ رہے ہو۔ کیا یورپ گھوم کر آئے ہو؟" وہ بولی۔

"اس سال تو نہیں جا سکا۔" جوزف کاؤنٹر کے قریب والے ایک اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔ اس وقت یہاں معدودے چند گاہک دکھائی دے رہے تھے۔ کاؤنٹر کے قریب کے سارے اسٹول خالی تھے۔

"کیا پیو گے؟"

"لارج وہسکی۔"

"بیک وقت کئی گلاس تیار کر دوں؟" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"اتنی فرصت ہوتی تو سربند بوتل طلب کرتا۔"

وہ اُس کے لیے گلاس بنانے لگی اور جوزف نے اُن تینوں سیاہ فاموں کا جائزہ لیا جو ایک ہی میز کے گرد بیٹھے بیئر پی رہے تھے۔

"اور سناؤ...." جوزف نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کیا آج کل بزنس ٹھنڈا ہی جا رہا ہے؟"

"نہیں تو۔ جب سے شراب پر پابندی عائد کی گئی ہے، بزنس پہلے سے بھی زیادہ چمک اُٹھا ہے۔"

"وہ کس طرح؟" جوزف نے حیرت سے پوچھا۔

"جو لوگ اسے گنشیا بار سمجھ کر اس میں جھانکنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اب جوق در جوق ادھر ہی کا رُخ کرتے ہیں۔ شرافت اللہ اب شرافت مسیح ہو گئے ہیں اور اسی نام سے جعلی شناختی کارڈ بھی بنوا لیا ہے۔"

"شراب ایسی ہی لعنت ہے۔" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ہائیں، تم بھی لعنت ہی کہہ رہے ہو؟"

"اس کے باوجود بھی اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔" جوزف نے کہا اور آدھے سے زیادہ گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

"کیا قصہ ہے، بہت زیادہ شریف ہو رہے ہو؟"

"قصہ نہیں، ٹریجڈی ہے۔ میں ایک ایسے آدمی کا ملازم ہوں جو اگر چاہے تو روزانہ شراب سے غسل کر سکتا ہے لیکن وہ اس کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔"

"کچھ لوگ ڈرپوک ہوتے ہیں، اس خیال سے ہاتھ نہیں لگاتے کہ کہیں وہ شراب سے ہار ہی نہ جائیں۔"

"وہ بھی مجھ سے اچھے ہوتے ہیں۔" جوزف نے کہا اور گلاس خالی کر دیا۔

"اور بناؤں؟" عورت نے پوچھا۔

"نہیں، اس وقت جلدی میں ہوں اور مجھے ایک آدمی کی تلاش ہے۔"

"نام بتاؤ، شاید میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

"نام ہی تو نہیں معلوم۔ دراصل وہ میرے باس کے ساتھ فراڈ کر کے روپوش ہو گیا ہے۔ میرے باس نے ایک آرٹسٹ کو اُس کا حلیہ بتا کر اپنی نگرانی میں وہ تصویر تیار کرائی ہے۔"

"مجھے دکھاؤ تصویر۔ شاید میں پہچان سکوں۔"

جوزف نے جیب سے تصویر نکال کر اُس کے سامنے رکھ دی اور بغور اُسے دیکھنے لگی۔ سب سے پہلے اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار اُبھرے پھر آہستہ آہستہ چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا۔ جوزف سے نظر ملتے ہی اُس نے اپنے سر کو منفی انداز میں جنبش دی۔

"اُسے جہنم میں جھونکو۔" جوزف غرایا۔ "لیکن تم خوف زدہ کیوں نظر آنے لگی ہو؟"

"خوف زدہ.... نہیں تو۔" وہ زبردستی ہنس پڑی۔

"نہ بتاؤ۔" جوزف لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔ "اگر تم جانتی ہو تو دوسرے بھی جانتے ہوں گے۔"

"جوزف گونڈا! میں تمہیں یہ اطلاع ضرور دوں گی کہ یہاں لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے پھرنا کبھی کبھی خطرناک بھی ثابت

ہوتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"یہ اسمگلروں اور منشیات فروشوں کی بستی ہے۔"

"تم اس کی پرواہ مت کرو۔ اگر جانتی ہو تو بتا دو۔"

"میں نہیں جانتی اور اب اس تصویر کو جیب میں رکھ لو۔ اپنے باس سے کہہ دینا کہ اگر کسی نے اس سے فراڈ کیا ہے... تو وہ باقاعدہ طور پر پولیس کی مدد حاصل کرے۔ بیچارے نجی ملازم کی گردن کیوں کٹوا رہا ہے۔"

"فیمی! میں تم سے پوچھ رہا ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔"

"میں نے کہہ دیا نا... کہ میں نہیں جانتی۔"

"اچھی بات ہے۔" جوزف تصویر اٹھاتا ہوا بولا۔ "دوسرا گلاس تیار کرو۔"

وہ شرابوں کے ریک کی طرف مڑ گئی۔ جوزف اسے تشویش آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔ وہ گلاس تیار کر کے جوزف کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ "میں تمہاری دوست ہوں، دشمن نہیں۔"

"بات ختم ہو گئی فیمی!" جوزف نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اگر تمہارا باس پولیس سے مدد نہیں لینا چاہتا تو پھر وہ کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہو گا۔"

"وہ میرا باس ہے۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتا۔"

"تب پھر دوسری بات ہے۔ میں کیوں اپنے سر کوئی الزام لوں۔" فیمی نے کہا اور دوسری طرف مڑ گئی۔ ریک سے بوتلیں اتار اتار کر انہیں جھاڑن سے صاف کرنے لگی۔

جوزف نے اس بار گلاس دو ہی سانسوں میں خالی نہیں کر دیا تھا بلکہ پر تفکر نظروں سے فیمی کو دیکھتا ہوا چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر مڑی اور آہستہ سے بولی۔ "پتا نہیں کیا معاملہ ہے۔ بہرحال کوئی ایسی ہی بات معلوم ہوتی ہے کہ تم جان ہتھیلی پر لیے پھر رہے ہو۔"

"ایسی ہزار جانیں بھی اپنے باس پر قربان کر سکتا ہوں۔"

"لیکن میں تو ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟ کیا میں کسی مرحلے پر بھی تمہارا نام لے سکتا ہوں؟"

"اچھا تو سنو۔ فش ہاربر کے قریب سی فوڈ پریزروز نام کا ایک ادارہ ہے۔ وہیں چلے جاؤ۔ کسی سے بھی اسمگلر کو پوچھ لینا لیکن پھر تاکید کرتی ہوں کہ میرا نام نہ آنے پائے۔"

"بے فکر رہو۔ مگوشا کا بیٹا جوزف سب کچھ ہو سکتا ہے، وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا۔" پھر ان دونوں نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور جوزف آہستہ آہستہ گلاس خالی کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سامنے والے ریک پر جمی ہوئی تھیں۔

★

عمران آدم خوروں کے خوف سے اسی جھونپڑے تک تو محدود نہیں رہ سکتا تھا۔ پیٹ بھر لینے کے بعد تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے کینوس کی فولڈنگ آرام کرسی پر پڑا رہا تھا پھر اٹھا اور ہٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔

مرسیانا کھانے کے بعد اس کمرے میں چلی گئی جسے خواب گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہو گا۔ اس کی حقیقت ظاہر ہو جانے کے بعد سے عمران کو اس کی اتنی زیادہ پروا بھی نہیں رہی تھی۔

عمران کچھ دیر تک اسی جگہ کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑاتا رہا پھر دروازہ بند کر کے اسے باہر سے مقفل کر دیا۔ اس دروازے کی کنجی بھی اسے میز ہی پر پڑی مل گئی تھی جسے اس نے بہت احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ دیا تھا۔ کھانے پینے کے سامان کے ساتھ جو خط ملا تھا، وہ بھی جیب میں محفوظ تھا اور دراصل وہ اسی خط کی صداقت کو آزمانے کے لیے ہٹ سے نکلا تھا۔ "کیوں نہ پہلے خالی ہٹ ہی دیکھ لیے جائیں۔" اس نے سوچا اور قریب ترین ہٹ کی طرف چل پڑا۔ سامنے پہنچ کر اس نے دروازے کو دھکا دیا لیکن دروازہ کھولنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ہٹ مقفل تھا... پھر وہ چلتا رہا اور جتنے بھی ہٹ دکھائی دیے ان کے دروازے کھولنے کی بھی کوشش کی۔

اسی دوران تقریباً ڈیڑھ گز لمبا لوہے کا ایک وزنی پائپ اس کے ہاتھ آ گیا اور وہیں بیٹھ کر اس کا زنگ چھڑانے لگا۔ داشتہ آید بکار۔ وقت ضرورت اپنے تحفظ کے لیے بھی تو کچھ نہ کچھ ہونا ہی چاہیے۔ اچانک قریبی جھاڑیوں میں اسے سرسراہٹ سنائی دی اور وہ اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ لوہے کا پائپ ہاتھ میں تھا اور اس کی نگاہ ان ہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی جن میں تھوڑی دیر پہلے حرکت ہوئی تھی لیکن اب سناٹا تھا۔ البتہ جھاڑیاں ہوا سے ہل رہی تھیں۔

پھر اس نے قدموں کی چاپ سنی لیکن فوری طور پر سمت کا تعین نہ کر سکا۔ نظر اب بھی انہی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھی۔ قدموں کی چاپ پھر سنائی دی اور اس بار اس نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی ہٹ کے دوسری طرف چل رہا ہے۔ جھاڑیوں کی طرف کنکھیوں سے دیکھتا ہوا وہ جھپٹ کر آواز کی طرف پہنچا لیکن ہٹ کے عقب میں کوئی بھی

دکھائی نہ دیا۔ اس نے سوچا بہت زیادہ بے وقوف بننے سے کیا فائدہ! اب اپنے ہی ہٹ کی طرف واپس چلنا چاہیے۔ وہ اسے کسی نہ کسی طرح خوف زدہ کر کے نیگیٹو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی کے لیے اتنا لمبا کھڑاگ کیا تھا لیکن کیا وہ اسے مرعوب کر لینے میں کامیاب ہوئے تھے، فی الحال خود عمران کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ تیزی سے اس ہٹ کی طرف چل پڑا جس میں مرسیانا کو سوتی چھوڑ گیا تھا۔

دروازے کے قفل میں کنجی لگا ہی رہا تھا کہ اسے یہاں بھی قدموں کی چاپ سنائی دی اور پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی بہت وزنی چیز زمین پر گری ہو۔ اس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور دروازہ کھول کر ہٹ میں داخل ہو گیا اور پھر دروازے کو اندر سے مقفل کر ہی رہا تھا کہ دوسرے کمرے سے مرسیانا کی ہکلاہٹ سنائی دی۔

"کک... کون ہے؟" شاید وہ اس کی عدم موجودگی ہی میں جاگ گئی تھی اور بقیہ وقت خوف زدگی کے عالم میں گزرا تھا۔

"میں ہوں۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟" وہ کمرے سے نکل آئی۔ چہرہ زرد تھا اور سانس پھول رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" عمران نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا؟"

"میں یہاں مر جاؤں گی۔ تم دیکھ لینا۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیا واقعی کسی بھوت کا سامنا ہو گیا تھا؟" عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا اور وہ بے اختیار رو پڑی۔

"ارے... ارے... او پلیز... خاموش رہو۔"

"تم درندے ہو۔"

عمران برا سا منہ بنا کر رہ گیا اور وہ روتی رہی۔ دفعتاً کسی نے ہٹ کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"کون ہے؟" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا لیکن جواب ملنے کی بجائے صرف دروازہ پیٹا جاتا رہا۔ "کون ہے؟" عمران پھر دہاڑا۔

"خدا کے لیے جلدی کرو ورنہ میں بھی..." باہر سے آواز آئی۔

"تم کون ہو؟" عمران نے دروازے کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"کیا اتنی جلدی بھول گئے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے ہم تمہارے لیے کھانے پینے کا سامان لائے تھے۔"

"اب کیا لائے ہو؟"

"اوہ... کھولو جلدی۔ میرا ساتھی مر چکا ہے اور میں بھی... وہ میرا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"کون تعاقب کر رہے ہیں؟"

"عجیب سے وحشی لوگ ہیں۔ پتھر کے وزنی گرز ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ ارے جلدی کرو... شاید وہ تیز نہیں دوڑ سکتے لیکن یہاں پہنچ ہی جائیں گے۔"

عمران نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ بدحواسی کے عالم میں اندر آ گرا اور زور سے چیخا۔ "بند کر دو، دروازہ بند کر دو۔"

عمران دروازہ بند کر کے اس کی طرف مڑا۔ یہ ان ہی دونوں سیاہ فاموں میں سے ایک تھا۔ اس کے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور چہرے پر خراشیں بھی تھیں۔

مرسیانا خاموش کھڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کا جسم روح سے خالی ہو چکا ہو۔ پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں۔ عمران نے سیاہ فام آدمی کا بازو پکڑ کر اسے فرش سے اٹھایا اور آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ بالکل ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔

"کک... کیا...؟" مرسیانا ایک قدم آگے بڑھ کر ہکلائی۔

"اپنے کمرے میں جاؤ۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"کک... کیوں؟"

"بحث مت کرو۔"

عمران کے لہجے میں کچھ ایسی ہی بات تھی کہ وہ چپ چاپ دوسرے کمرے میں چلی گئی اور عمران جھک کر بے ہوش سیاہ فام کو دیکھنے لگا... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بے ہوشی کی مدت طویل ہو جائے گی۔ وہ اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اوور کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک پرس برآمد کیا جس میں کچھ روپے کے نوٹوں کے علاوہ ایک شناختی کارڈ بھی تھا۔ کارڈ پر اس کی تصویر موجود تھی۔ نام بلال باز تحریر تھا۔ گویا مسلمان ہی تھا لیکن انگلش خاصی بول لیتا تھا اور لہجہ بھی ایسا ہی اختیار کرتا تھا جیسے غیر ملکی ہو۔ شناختی کارڈ پر اس ادارے کی مہر بھی تھی جس سے وہ تعلق رکھتا تھا یعنی سی فوڈ پریزروز لیمیٹڈ، فش ہاربر... اوہ تو گویا اس کا تعلق خود اسی کے شہر سے تھا اور یہ ادارہ بھی سی فوڈ کی برآمد کے سلسلے میں خاصا شہرت یافتہ تھا... تو پھر کیا وہ اپنی بندرگاہ سے زیادہ دور نہیں تھے یعنی آس پاس ہی کا کوئی جزیرہ ہو سکتا ہے... پھر اس کا ذہن ناریل کے درختوں کی طرف منتقل ہو گیا۔ ناریل ادھر کی پیداوار نہیں تھی لیکن عمران اس سے واقف تھا کہ ادھر ناریل کے درخت لگائے جا سکتے ہیں اور ان سے خاصی پیداوار بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر یہ بندرگاہ کے آس پاس ہی کا کوئی جزیرہ ہے تو اسے نہ صرف سرسبز بنانے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ

ناریل کے درخت لگا کر یہ تصور بھی دیا گیا ہے کہ یہ جنوبی سمندر کا کوئی جزیرہ ہے۔

اُس نے شناختی کارڈ اور پرس، اُس کی جیب میں دوبارہ رکھ دیئے اور کرسی پر بیٹھ کر اُس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا۔

"ایک بات سن لو۔" مرسیانا کی منمناتی ہوئی سی آواز آئی اور وہ دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "خدا کے لیے..." وہ گھگھیائی اور عمران اُٹھ کر اُس کی طرف بڑھا۔ اُس نے بھنچے بھنچے ہوئے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا کہہ رہا تھا؟"

"کچھ سمجھ ہی میں نہیں آسکا۔ بات پوری طرح واضح کرنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا۔ تم چین سے بیٹھو، کیوں مری جا رہی ہو؟"

"وہ کس کے بارے میں کہہ رہا تھا کہ مار ڈالا گیا؟"

"غالباً اپنے ساتھی کے بارے میں۔"

"کس نے مار ڈالا؟"

"ارے ہو... ختم بھی کرو۔ وہ وضاحت نہیں کر سکا تھا۔ ہوش میں آنے دو۔ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"مم... میں کیا کروں؟"

"مجھ سے پوچھ کر نیگیٹو کہاں محفوظ ہے اور انھیں اطلاع دے دو۔"

"یقین کرو، یہ وان بروف کے آدمی نہیں ہیں ورنہ کم از کم میرے ساتھ اُن کا یہ برتاؤ نہ ہوتا۔"

"یہ کس کا آدمی ہے؟" عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پوچھا۔

"اُن ہی کا ہو سکتا ہے۔"

"اور تم اس کا حشر دیکھ رہی ہو؟"

وہ خالی خالی نظروں سے اُسے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اس بے چارے کو علم نہیں تھا کہ مجھے جبراً پکڑ لانے کے لیے وہ لوگ اُسے کس آگ میں جھونک دیں گے۔"

"مم... میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"اگر اُسے یا اُس کے ساتھی کو علم ہوتا کہ یہاں آدم خور بھی ہیں تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتے۔"

"خدایا..." وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر فرش پر اکڑوں بیٹھ گئی۔

"اس طرح مت بیٹھو، زکام ہو جائے گا۔"

"مم... میرا مذاق مت اُڑاؤ۔"

"میں کافی کی طلب محسوس کر رہا ہوں اور تم بھی ایک بوتل کھول کر غم غلط کرو۔"

"ہاں، شاید مجھے اس کی ضرورت ہے۔"

عمران نے میز پر سے بوتل اُٹھا کر اُس کے حوالے کر دی اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔

عمران تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر دروازے کو اندر سے مقفل کر کے خود بھی کچن کی طرف بڑھ گیا۔

مرسیانا نے اُس کے لیے کافی کا پانی آئل اسٹوو پر رکھ دیا تھا اور خود بوتل کھولے بیٹھی تھی۔ "اگر یہ سب کچھ وان بروف کے آدمی ہیں تو ان پر لعنت ہے۔" وہ کسی قدر کڑے لہجے میں بولی۔

"اپنے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں بھی اُن سے کم نہیں ہوں۔"

"بہرحال، انھیں تم سے توقع ہو گی کہ تم خوف زدہ ہو کر مجھے مجبور کرو گی کہ میں نیگیٹو اُن کے حوالے کر دوں۔"

"کیا ایسے حالات میں، میں اُن کے خلاف بھی کچھ کر سکتی ہوں؟" اُس نے عمران پر آنکھیں نکالیں۔

"اور میں اتنا گدھا ہوں کہ تمھیں نیگیٹو کے بارے میں بتا دوں گا؟"

"تمھارا اپنا انداز فکر ہے۔" اُس نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور خالی ہو جانے والے گلاس میں اور اُنڈیلنے لگی۔

"اتنی بھی نہ پی لینا کہ خود ہی آدم خور ہو جاؤ۔" عمران نے کہا اور اسٹوو کی طرف بڑھ گیا کیونکہ پانی اُبلنے لگا تھا۔ کافی کا کپ تیار کر کے وہ پھر میز کی طرف پلٹ آیا۔

اتنے میں دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ارے، تم لوگ کہاں ہو؟ میں مر رہا ہوں... پانی... تھوڑا سا پانی..."

عمران نے کافی کا کپ میز پر رکھ دیا... اور بوتل اُٹھا کر کچن سے نکل آیا۔ بے ہوش آدمی نے آنکھیں کھول دی تھیں... اور آرام کرسی پر پڑا کراہ رہا تھا۔ "کیا تم بھی پیتے ہو؟" عمران نے بوتل اُس کے چہرے کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

"دو گھونٹ... صرف دو گھونٹ... میں مر رہا ہوں۔"

"نیٹ لو گے؟"

سیاہ فام نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے بوتل اُس کے منہ سے لگا دی اور وہ دو تین لمبے لمبے گھونٹ لے کر ہانپنے لگا۔ "اور...؟" عمران نے پیار سے پوچھا۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر سر کو منفی جنبش دی اور عمران اُس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "تم یہاں قطعی محفوظ ہو۔" اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور بدستور ہانپتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔ "کیا تمھارا ساتھی، سچ مچ

مر گیا...؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ گرا تھا اور پھر نہیں اُٹھ سکا تھا۔ آج اُن خبیثوں کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔"

"کن کی بات کر رہے ہو؟"

"کیا تم نے انھیں نہیں دیکھا تھا؟" سیاہ فام نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"او ہو... وہ دونوں جنگلی، جن کے ہاتھوں میں پتھر کے زمانے کے گرز تھے۔"

"ہاں، وہی..."

"وہ کون لوگ ہیں؟"

"ایک ایسی نسل جس تک ارتقا کے قدم نہیں پہنچے۔"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ قدیم بندر نما انسانی نسل سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"ہمیں یہی بتایا گیا تھا اور اطمینان دلایا گیا تھا کہ اگر ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے تو وہ کسی سے نہیں اُلجھتے۔"

"اچھا، تو پھر کیا ہوا؟"

"جب ہم آ رہے تھے، تب بھی وہ دکھائی دیئے تھے۔ تم نے بھی دیکھے ہوں گے اور شاید تم انھیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تھے۔"

"قدرتی بات ہے۔"

"لیکن انھوں نے ہم پر حملہ نہیں کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں تھے۔" عمران نے کہا۔

"لیکن واپسی پر انھوں نے ہم دونوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ہم تقریباً دو سال سے یہاں کے مہمانوں کے لیے سپلائی لا رہے ہیں۔"

"کیا وہ صرف دو ہی ہیں؟"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ تعداد میں کتنے ہیں۔"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم دو سے زیادہ بھی دیکھ چکے ہو۔"

"ہاں، میں دو سے زیادہ بھی دیکھ چکا ہوں۔"

"تب پھر تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ وہ رہتے کہاں ہیں؟"

"نہیں، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں۔"

"لیکن یہ تو بتا سکو گے کہ ہم کس کے مہمان ہیں؟"

"اس کے بارے میں ہمیں زبان بند رکھنے کو کہا گیا ہے۔"

"زبان بندی کس نے کی ہے، یہی بتا دو؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں یہ بھی نہ بتا سکوں گا۔"

"دیکھو دوست، تم ہوش کی باتیں نہیں کر رہے۔ ابھی تم نے مجھے یاد دلایا تھا کہ وہ دونوں وحشی یہاں آتے وقت راستے میں تمھیں دکھائی دیئے تھے لیکن جب تم دروازہ پیٹ پیٹ کر اُن کا ذکر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تم نے پہلی بار انھیں دیکھا ہو۔"

"مجھے یاد نہیں کہ میں نے بدحواسی میں کیا کہا تھا۔"

"مجھے تو یاد ہے۔ تمھارے بیان سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے تم نے انھیں پہلی بار دیکھا ہو۔"

"ہو سکتا ہے... میں ہوش ہی میں کب تھا۔"

"اتنے ہوش میں تو تھے کہ تمھیں یہاں پناہ لینے کی سوجھی تھی۔ تم جانتے تھے کہ اس ہٹ کے علاوہ سارے ہٹ غیر آباد اور مقفل ہیں۔"

"میں کیوں نہ جانتا، جبکہ یہاں آتا ہی رہتا ہوں۔"

"یہاں کس قسم کے مہمان رکھے جاتے ہیں؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"چلو، میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"کہاں...؟" اُس نے بوکھلا کر پوچھا۔

"وہیں، جہاں تمھارا ساتھی گرا تھا۔"

"کیا وہ اپنا شکار وہیں چھوڑ گئے ہوں گے، مجھے وہ ہمیشہ آدم خور معلوم ہوئے ہیں۔"

"پھر بھی دیکھنا تو چاہیے۔"

"تم خود جا کر دیکھ لو۔ میں نہیں جاؤں گا۔"

"اس موٹر بوٹ پر اور کون ہے؟"

"کوئی بھی نہیں، ہم ہی دونوں تھے۔"

"تو وہ اب بھی ساحل پر لنگر انداز ہو گی؟"

"یقیناً..." وہ سر ہلا کر بولا۔

"فش ہاربر یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"تم سی لارڈ پرپرز ورنز لمیٹڈ کے ملازم ہو۔"

یک بیک وہ اُٹھ کر پیچھے ہٹنے لگا۔

"بیٹھ جاؤ۔" عمران غرایا... لیکن وہ بدستور تنا کھڑا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب عمران پر ٹوٹ ہی پڑے گا۔ آنکھوں سے وحشت جھانکنے لگی تھی۔ "یہ کام وہاں کے کس آدمی کے لیے کرتے ہو؟" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غرایا۔ مرسیانا بھی دروازے میں کھڑی ہوئی تھی اور انھیں حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔ "میں تمھارے ٹکڑے اُڑا دوں گا ورنہ میرے سوالوں کے جواب دو۔" عمران

نے گھورتا ہوا بولا۔

سیاہ فام ہنس پڑا۔ "میں غیر مسلح ضرور ہوں لیکن تمہارے لیے کافی ہوں۔ میری طرف ایک قدم بڑھا کر دیکھو۔"

"نہیں جھگڑا نہیں ہوگا۔" مرسیانا دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُن کے درمیان آتی ہوئی بولی۔۔۔ پھر سیاہ فام کی طرف مُڑ کر کہا۔ "تم پہلے ہی سے کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ صرف منہ چلا کر رہ گیا۔

"ہم سب ایک ہی حالات کا شکار ہیں۔ لہٰذا ہمیں آپس میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔" وہ پھر بولی۔

"سن لیا مسٹر بلاول باذ؟" عمران نے سیاہ فام کو مخاطب کیا۔

"اوہ۔۔۔ تم میرا نام بھی جانتے ہو۔"

"ہرچند کہ تم بھی جتانے کی کوشش کرتے رہے ہو کہ تمہارا میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں لیکن میں تمہاری حقیقت سے آگاہ ہو گیا ہوں۔"

"اوہ۔۔۔ شناختی کارڈ۔" وہ اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔

"وہ تمہاری جیب ہی میں محفوظ ہے۔ اب اچھی بات اُگل دو۔

میں یہاں ان حالات میں بھی جھگڑے سے نہیں ڈرتا۔"

"ہاں میرا بلاول باذ ہے لیکن میں تمہیں یہ ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ کس کے لیے کام کرتا ہوں۔"

"چلو یہی بتا دو کہ یہ کون سی جگہ کہلاتی ہے؟"

"جھالی کے جزیروں میں سے ایک ہے۔"

"فش ہاربر سے بیس میل اور ہوما سے چھ میل دور۔"

"ٹھیک ہے تم سمجھ گئے۔" وہ سر ہلا کر بولا۔ "لیکن یہاں سے فرار تمہارے لیے ناممکن ہوگا۔ تم اس موٹر بوٹ کو ساحل سے ہٹانے کی کوشش کرو گے تو وہ ایک زبردست دھماکے سے تباہ ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ تم بھی فنا ہو جاؤ۔"

"میں اسے جھوٹ نہیں سمجھتا۔"

"خدا کا شکر ہے کہ بات جلد ہی تمہاری سمجھ میں آگئی۔"

"لیکن تم خود کیسے واپس جاؤ گے؟"

"وہ دوسری بات ہے لیکن اگر میں یہاں مر گیا تو تمہیں بھی بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جانا پڑے گا۔ ہم دونوں کے علاوہ اور کسی کو یہاں نہیں بھیجا جا سکتا کیونکہ باس ہمارے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتماد نہیں کرتا۔"

"تمہارا ساتھی تو مر گیا۔"

"خدا جانے کیا قصہ ہے۔"

"جہنم میں جاؤ۔ وہ مجھے یہاں قید نہیں رکھ سکتے۔"

"پھر آگاہ کر دوں کہ موٹر بوٹ کے بارے میں تمہیں بالکل صحیح اطلاع دے چکا ہوں۔ اُسے حرکت میں لانے کی کوشش اسے تباہ کر دے گی۔"

"گویا صحیح طریقے سے صرف تم ہی اسے ہینڈل کر سکتے ہو؟"

"یہی بات ہے۔"

"تو پھر تم ہی ہمیں ہوما تک لے چلو گے۔"

"ناممکن۔۔۔ مار بھی ڈالو تو یہ نہیں ہو سکے گا۔"

"میں کیوں نہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کروں؟"

"یہ صورت بھی ہم دونوں میں سے کسی ایک کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔"

"تم آدمی ہو یا گلاب جامن؟"

"کک۔۔۔ کیا مطلب؟"

"اب میں ہی تمہیں کھا جاؤں گا۔"

"خدا کے لیے کچھ دیر خاموش رہو۔" مرسیانا ہاتھ اُٹھا کر بولی۔

"چلو چپ ہو گیا۔ کہو کیا کہتی ہو؟" عمران سر ہلا کر بولا۔

"وہ آدم خور ہمارے مشترکہ دشمن ہیں اس لیے ہمیں آپس میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔" مرسیانا بولی۔

"تو میں کب جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو اس سے اُس شخص کا نام پوچھ رہا تھا جس کے لیے یہ اس قسم کی خدمات انجام دیتا ہے۔"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔" سیاہ فام آدمی نے تُند لہجے میں کہا۔

"حالانکہ تم اب بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہو۔"

"میں کسی بھی مصیبت میں نہیں پڑا۔ تمہارا وہم ہے۔" سیاہ فام آدمی نے کہا۔ "کسی وجہ سے اُن وحشیوں کے دماغ اُلٹ گئے ہیں۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"خیر۔ خیر۔ بیٹھ جاؤ۔ میں سکون سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں پھر کہہ دوں کہ اگر تم نے مجھ پر دھوکے سے حملہ کیا تو تم کو یہاں مرنا ہی پڑے گا۔"

"دھوکے سے حملہ، تم پر؟" عمران مضحکہ اُڑانے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"کیا تم مجھے کوئی کمزور آدمی سمجھتے ہو؟" سیاہ فام آنکھیں نکال کر بولا۔ "میں ہاتھی سے ٹکرا سکتا ہوں۔"

ٹھیک اسی وقت کوئی وزنی چیز دروازے سے ٹکرائی اور وہ چونک پڑے۔ سیاہ فام اُٹھ کر دوسرے دروازے کی طرف بھاگا اور اُس نے مرسیانا کو دھکا دے کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مرسیانا، عمران سے آٹکرائی تھی۔ باہر سے دروازے پر دوسری ضرب پڑی اور

عمران نے جھپٹ کر لوہے کا وہ پائپ اُٹھا لیا جو ایک ہٹ کے باہر پڑا ہوا ملا تھا۔

دوسری ضرب سے دروازہ ہل کر رہ گیا تھا۔ تیسری ضرب شاید اُسے چوکھٹ ہی سے نکال دیتی۔ عمران نے مرسیانا کو سامنے سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ اُس کی حالت بہت ابتر نظر آ رہی تھی۔ کمرے کے ایک گوشے سے لگ کر کانپنے لگی۔ عمران دروازے کے بائیں جانب ہو کر لوہے کا پائپ ہاتھوں میں تول رہا تھا۔

تیسری ضرب کے ساتھ ہی دروازہ اُکھڑ کر کمرے میں آ رہا تھا پھر پیچھے ہی وہ خوفناک چہرہ دروازے کی خلاء سے اندر آیا۔ عمران نے پوری قوت سے لوہے کا پائپ اُس کے سر پر رسید کر دیا۔ بڑی بھیانک چیخ سناٹے میں گونجی تھی اور پھر اس وزنی جسم کے گرنے کی آواز آئی تھی۔

"کک۔۔۔ کیا ہوا؟" مرسیانا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"چپ چاپ وہیں کھڑی رہو۔" عمران غرایا۔

تھوڑی دیر تک سناٹا رہا پھر وزنی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی اور بھی ہٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران نے پھر لوہے کے پائپ کو مضبوطی سے گرفت میں لے لیا۔

دو چار قدم چلنے کے بعد ہی شاید وہ رُک گیا تھا۔ عمران جس پوزیشن میں تھا، اُسی میں رہا۔ دوسرا شاید رُک کر اپنے ساتھی کا حشر دیکھنے لگا تھا۔ دو تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔ دفعتاً عمران چونک پڑا۔ ایک نئے خیال نے ذہن میں سر اُبھارا تھا۔ کہیں واقعی اُن کی تعداد زیادہ نہ ہو اور وہ ہٹ کو گھیرنے کی کوشش نہ کر رہے ہوں۔ لہٰذا اس حد تک بے خبری کے عالم میں رہنا مناسب نہیں۔

مرسیانا کی طرف مُڑ کر، ایک بار پھر اُس نے اُسے وہیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا اور خود یک لخت دروازے کے سامنے آ کھڑا ہوا پھر اگر پھرتی سے بیٹھ نہ گیا ہوتا تو وہ وزنی سنگی گُرز اُس کا قلع قمع ہی کر دیتا جو باہر سے اُس پر پھینکا گیا تھا۔ پچھلی دیوار سے ٹکرا گیا اور گرنے سے فرش پر گڑھا سا پیدا ہو گیا۔

دوسرا وحشی اپنے گرے ہوئے ساتھی کا گُرز اُٹھانے کے لیے جھکا ہی تھا کہ عمران جھپٹ کر باہر نکلا اور اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کی گردن پر پائپ سے وار کر دیا۔ بھیانک قسم کی کراہ کے ساتھ وہ اوندھے منہ ڈھیر ہو گیا تھا پھر عمران اُسے دوبارہ سر اُٹھانے کی مہلت دینے والا کہاں تھا۔ پے در پے کئی وار اس کے سر پر کیے اور وہ چیختے چیختے اچانک خاموش ہو گیا۔ اس کا ساتھی پہلے ہی بے حس و حرکت پڑا تھا۔

عمران نے دوڑتے ہوئے ہٹ کے گرد ایک چکر لگایا جس کا مقصد یہ دیکھنا تھا کہ کوئی تیسرا ابھی تو آس پاس موجود نہیں ہے۔ وہ پھر اُسی کی طرف واپس آگیا۔ وہ دونوں بے حس و حرکت پڑے تھے۔ عمران نے مرسیانا کو آواز دی۔ وہ فوراً ہی سامنے نہیں آئی تھی۔

"اس کھونٹے کو بھی نکال لاؤ۔" عمران نے اُونچی آواز میں کہا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟" مرسیانا نے پوچھا۔ وہ ڈرتی ڈرتی دروازے کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔

"آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ یہ کتنی قدیم نسل ہے۔" عمران نے مضحکہ اُڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"کک۔۔۔ کیا یہ مر گئے؟"

"نہیں، ابھی تو سانس لے رہے ہیں۔ اس کھونٹے کو بھی بلاؤ۔" پھر وہ کھونٹا بڑی مشکل سے باہر نکلا تھا۔ اُن دونوں کو اس انداز میں دیکھ کر بالکل کسی بندر کی طرح اُچھلنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا ہو کہ اس موقعے پر اُسے کیا کرنا چاہیے۔ "ختم کرو۔" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "ادھر آؤ۔"

"لیکن تم نے انھیں کیسے مارا؟" وہ دور ہی سے بولا۔

"میں اسی طرح مارتا ہوں کہ مرنے والوں کو بھی پتہ نہیں چلتا۔"

مرسیانا قریب آگئی تھی۔ عمران جھک کر ایک زخمی کا چہرہ ٹٹولنے لگا۔۔۔ پھر گردن کے نیچے ہاتھ ڈال کر کوئی چیز پکڑی اور زور سے جھٹکا دیا۔ بے ہوش جنگلی کے چہرے سے ایک غلاف سا اُترتا چلا گیا اور اس غلاف کے نیچے سے اچھی بھلی شکل نکل آئی لیکن یہ کسی سفید فام آدمی کا چہرہ تھا۔

"کیا خیال ہے؟" عمران نے مرسیانا سے پوچھا۔

"خدا کی پناہ۔۔۔ ما۔۔۔ ماسک۔۔۔ تت۔۔۔ تو یہ سب ڈھونگ تھا۔"

"ہر شخص ماقبل تاریخ کا آدمی ہے کیونکہ ہر شخص اپنے مقصد کے حصول کے لیے درندہ بن سکتا ہے۔ آؤ تم بھی دیکھ لو۔" عمران نے بلاول باذ کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔

وہ اُس کی طرف آنے کے بجائے دوسرے آدمی کے چہرے سے ماسک اُتارنے لگا پھر اُس نے کسی نامعلوم آدمی کو گندی گالیاں دی تھیں۔ بہرحال دونوں ہی بہروپیے ثابت ہوئے تھے۔

"پتہ نہیں میرے ساتھی کا کیا بنا۔" بلاول باذ نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"ابھی دیکھے لیتے ہیں۔"

"کہیں یہ اُٹھ کر بھاگ نہ جائیں۔" مرسیانا بولی۔

"مشکل ہی ہے۔ ایک کا جبڑا ٹوٹ گیا ہے اور دوسرے کی گردن کی ہڈی پر شدید ضرب آئی ہے۔ ہوش میں آئے بھی تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکیں گے۔"

"اب میں سمجھا۔ خدا انھیں غارت کرے۔" بلاول بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔"

"کیا ٹھیک کہہ رہا تھا؟"

"تمہی کو میرے باس کو جاسوس مرنے جینے کی پروا نہیں ہو سکتی۔ چلو، خدا کے لیے میرے ساتھ چلو۔ میں دیکھوں کہ اس بے چارے پر کیا گزری۔"

"اگر راستے میں کچھ اور بھی مل گئے تو؟"

"میں نے ان دونوں کے علاوہ کبھی کسی اور کو نہیں دیکھا۔"

"سچ بولنا کیوں شروع کر دیا ہے؟"

"اگر یہ دونوں واقعی جنگلی ہوتے تو پھر گڑبڑ نہ ہوتا۔ اب پوری بات میری سمجھ میں آ گئی ہے۔"

"اچھا چلو، دیکھیں تمہارے ساتھی کو بھی۔" عمران بولا اور مرسیانا کی طرف مڑ کر کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو تو بہتر ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ میں ساتھ چلوں گی۔"

"بڑی مشکل ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "خیر چلو۔"

چڑھائی پر ایک جگہ رک کر بلاول چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہیں ان سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور یہیں وہ گرا تھا۔"

"وہ اُدھر دیکھو، خون کی لکیر..." عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا۔ بلاول جھک کر دیکھنے لگا۔

"شاید اُسے یہاں سے گھسیٹ کر لے جایا گیا ہے۔ وہ دیکھو، وہ اُدھر خون کا دھبہ... پھر دوسری لکیر... یہ لکیر ڈھلانی ہے۔ بس اسی نشان کے ساتھ چلتے رہو۔"

"خداوندا..." اچانک بلاول رک گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اپنے ساتھی کی لاش کو دیکھے جا رہا تھا جو سامنے والے گڑھے میں اوندھی پڑی تھی۔ عمران نے گڑھے میں اتر کر اُسے سیدھا کیا اور نبض ٹٹولنے لگا... پھر بلاول کی طرف دیکھ کر سر کو مایوسانہ انداز میں جنبش دی۔ بلاول زور زور سے رونے اور گالیاں بکنے لگا۔

"صبر کرو۔ اب اس سے کیا فائدہ؟" عمران اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں بولا۔ "سب سے بڑا دشمن وہ ہے جس کے لیے تم کام کرتے ہو۔"

"ہاں، وہی ہے۔ اس پر ہزار بار لعنت... لیکن کیا اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی؟"

"فی الحال اسے یونہی رہنے دو۔"

"نہیں میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"خیر خیر... ابھی تو واپس چلو۔"

وہ ہٹ کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اس زخمی کو جانکنی میں مبتلا دیکھا جس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کا جسم رہ رہ کر جھٹکے لے رہا تھا پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ دوسرے کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور قرائن سے نہیں معلوم ہوتا تھا کہ جلد ہی ہوش میں آ سکے گا۔

"اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" مرسیانا نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"زیادہ اچھا خیال نہیں ہے۔" عمران لاپروائی سے بولا۔

"اسے میں ختم کیے دیتا ہوں۔" بلاول دوسرے زخمی کی طرف بڑھا۔

"نہیں..." عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"انھوں نے میرے ساتھی کو کتنی بے دردی سے مارا تھا۔"

"مجھے مرعوب کرنے کے لیے انہیں اسی قسم کی ہدایات ملی ہوں گی۔ جس طرح تم باس کا حکم مانتے تھے، اسی طرح یہ مانتے تھے۔"

بلاول کراہیت سے زمین پر تھوک کر بولا۔ "لعنت ہے ایسے باس پر۔"

"ہم دو وقت کی روٹیوں کے لیے اسی طرح خوار ہوتے رہتے ہیں۔ آدمیت کی سطح سے گرتے رہتے ہیں۔"

بلاول کچھ نہ بولا۔

"واپسی کی سوچو۔ ورنہ کہیں اور کوئی مصیبت نازل نہ ہو جائے۔" مرسیانا بولی۔

"میں اب اس شخص سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔" عمران نے بلاول کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"بے فکر رہو۔ اب میں تمہیں واپس لے چلوں گا لیکن اپنے ساتھی کی لاش یہاں نہیں چھوڑوں گا۔ میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں۔"

"کیا سمجھ چکے ہو؟"

"یہاں ایسے لوگ رکھے جاتے ہیں، جن سے کسی قسم کا اعتراف کرانا ہوتا ہے۔ اب تک ہم کئی افراد کو دیکھ چکے ہیں۔ وہ یہاں آتے تھے اور آدم خوروں کے خوف سے سب کچھ اگل دیتے تھے لیکن پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھ پر یا میرے ساتھی پر حملہ ہوا ہو۔"

"وہ جانتا ہے کہ میں بہت سخت جان ہوں۔ لہٰذا میرے خوف میں اضافہ کرنے کے لیے یہ ڈرامہ بھی کرنا پڑا۔"

"تم اُسے ڈرامہ کہتے ہو؟" بلاول آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "ارے میرا ایک ساتھی مار ڈالا گیا۔"

"تمہارے سنگدل باس کے لیے یہ حادثہ ایک ڈرامے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ غالباً وہ بھی کوئی سفید فام ہی ہوگا۔"

"ہاں، وہ بھی سفید فام ہی ہے۔ ڈان بروف..."

"ڈان بروف..." مرسیانا اچھل پڑی۔

"ہاں، ڈان بروف۔ کیا تم اُسے جانتی ہو؟"

"ساجد پیٹرسن کا جنرل مینیجر؟"

"ہاں، وہی۔"

مرسیانا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر ہٹ کی دیوار سے جا لگی اور بلاول نے سوالیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔

"اس کا ملا لگتا ہے۔" عمران نے اردو میں کہا۔ "بہرحال تم دونوں میں سے کسی ایک ہی کو مارا جانا تھا تاکہ دوسرا بھاگ کر مجھ تک پہنچے اور میں بوکھلا کر اُسے وہ بات بتا دوں جسے معلوم کرنے کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا تھا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"اُف وہ... کیوں دیر کر رہے ہو۔ نکل چلو یہاں سے۔" مرسیانا بولی۔

"اگر یہ ڈان بروف کی رشتے دار ہے تو پہلے میں اسی کو کیوں نہ ختم کر دوں۔" بلاول نے اردو میں کہا۔

"ہرگز نہیں... کیونکہ یہ میرے ساتھ ہے اور ہم دونوں پر یکساں عذاب نازل ہوا ہے۔ اگر وہ اس کا دوست ہوتا تو یہ میرے ساتھ کیسے نظر آتی۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟"

"اگر میرا ساتھ نہیں دیتے تو واپسی پر مار ڈالے جاؤ گے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن تمہارا ساتھ دینے سے کیا فائدہ؟ تم تو خود ہی بے بس ہو رہے ہو۔"

"یہاں سے نکلنے کے بعد ہی بتا سکوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"اگر تم کچھ کر سکتے ہوتے تو یہاں کیوں نظر آتے؟" بلاول نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اس زخمی کے جسم میں جنبش ہوئی جس کا جبڑا ٹوٹ گیا تھا۔ پھر وہ ڈگمگاتا ہوا اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"چلو، اندر چلو۔" عمران نے مرسیانا کا بازو پکڑ کر کہا اور وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف گھوم گئی پھر اندر پہنچ کر بولی۔

"آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ یہاں سے نکل جانے میں جلدی کرنے کے بجائے اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھ کر رہ گئے ہو۔" عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ زخمی کی چیخیں تیز ہو گئیں اور ساتھ ہی دھما دھم کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ "یہ... یہ کیا ہو رہا ہے؟" مرسیانا دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی لیکن عمران نے اُس کا بازو پکڑ لیا۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"تت... کیا مطلب؟"

"ہاں، تو تم کیا کہہ رہی تھیں؟" عمران نے پوچھا... اور پھر اچانک سناٹا چھا گیا... نہ زخمی کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں اور نہ ہی دھما دھم کی آوازیں۔

"یعنی کہ... یعنی کہ..." مرسیانا عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی ہکلائی۔

"سب ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

بلاول ہانپتا ہوا اندر آیا اور آرام کرسی پر گر پڑا۔ مرسیانا نے خوف زدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور پھر بلاول کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"اس کے لیے ایک گلاس بناؤ۔" عمران نے مرسیانا سے کہا۔

"تت... کیا اس نے دوسرے کو بھی ختم کر دیا؟"

"اور نہیں تو کیا اس کی مرہم پٹی کرتا؟" بلاول پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"میں سمجھ گئی۔" وہ عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر بولی۔ "تم اسی لیے اندر آ گئے تھے کہ وہ اسے ختم کر دے۔"

"اُس کا اپنا ذاتی معاملہ تھا۔ مجھے کیا؟"

"تم بھی درندے ہو۔"

"چونکہ وہ حقیقتاً قبل تاریخ کی کسی نسل کا کوئی فرد نہیں تھا بلکہ تمہاری اپنی نسل سے تعلق رکھتا تھا اس لیے تم مجھے درندہ کہہ رہی ہو... آدمیت کا معیار بھی رنگ و نسل کی نذر ہو گیا ہے۔ خدا کی پناہ!"

"میں یہ نہیں کہہ رہی۔"

"پھر کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں۔ میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آ رہا۔ اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔" یہ کہتی ہوئی وہ کچن کی طرف چلی گئی۔

چند لمحوں بعد عمران نے بلاول سے پوچھا۔ "تم کچھ پرسکون ہوئے یا نہیں؟"

"اب سکون کا کیا سوال؟" اُس نے طویل سانس لے کر کہا۔ "واپسی پر شاید میں بھی زندہ نہ رہوں۔ ڈان بروف مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"ڈان بروف تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ بس کسی طرح جزیرہ عبار کی طرف نکل چلو۔ وہاں سے چارج میرے ہاتھ میں ہوگا اور پھر تم ڈان بروف کا حشر دیکھو گے۔" بلاول کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد مرسیانا بلاول کے لیے شراب کا گلاس لے آئی۔ عمران نے اُس کے ہاتھ سے گلاس لے کر بلاول کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "پی لو، طبیعت سنبھل جائے گی۔" ساتھ ہی اُس نے مرسیانا کو دوسرے کمرے میں چلے جانے کا اشارہ کیا۔ اُس نے بے چون و چرا تعمیل کی۔

بلاول نے [illegible] کسی پیاسے کی طرح گلاس خالی کر دیا۔ اور عمران کا شکریہ ادا کر کے بولا۔ "وہ کہتا ہے کہ وہ پُراسرار قوتوں کا مالک ہے لیکن میں نے سب کچھ دیکھ لیا۔"

"کون کہتا ہے؟"

"ڈان بروف... کہتا تھا کہ آدم خور اس کے مسخر کردہ ہیں۔ جب چاہے

وہ بچھوؤں کی طرح بے ضرر ہو جائیں اور جب چاہے انھیں خوفناک بنا دے۔ لیکن بالآخر پول کھل گئی۔ تم خود ان کا راز تم نے افشا کر دیا اور یہ دیکھو۔" وہ جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالتا ہوا بولا۔ "یہ گھاس کی اس جھاڑی کے نیچے سے برآمد ہوا تھا جو اس نے کمرے کے گرد پیسٹ رکھا تھا۔"

عمران اُسے ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا۔ یہ ایک پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر تھا۔

"اسی کے ذریعے احکامات حاصل کر کے وہ عمل کرتے تھے۔۔۔" بلال نے کہا۔

"لیکن اب تم دیر کیوں کر رہے ہو؟ ہمیں موبار کی طرف نکل چلنا چاہیے۔" عمران نے کہا۔

"تو تم میرے تحفظ کی ذمے داری لیتے ہو؟"

"حتی الامکان تمھیں بچانے کی کوشش کروں گا۔"

"اور میرے ساتھی کی لاش کا کیا بنے گا؟"

"میرا مشورہ ہے کہ اسے یہیں دفن کر دیا جائے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم لاش سمیت خود کو ان کی نظروں سے پوشیدہ نہ رکھ سکو۔"

"ہاں، میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"اور دونوں لاشوں کو یہیں جھونپڑے میں چھوڑ جائیں گے۔"

بلال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

★ جوزف نے فون پر بلیک زیرو کو اطلاع دی۔ "میں نے اُسے تلاش کر لیا ہے مسٹر طاہر!"

"کہاں ہے؟"

"وہ فوڈ پروڈکٹس زینیٹ کے لیے کام کرتا ہے۔ نگانا اس کا نام ہے۔ میں اب تک اس کی ہڈیاں بھی توڑ چکا ہوتا لیکن سوچا پہلے تمھیں مطلع کر دوں۔"

"تم نے بہت اچھا کیا۔" بلیک زیرو طویل سانس لے کر بولا۔ "تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"موبار کے جزیرے سے۔ وہ کمپنی کے ایک فشنگ ٹرالر پر کام کرتا ہے اور یہ ٹرالر موبار کے ساحل پر لنگر انداز ہے۔"

"میرے آدمی تم سے کس جگہ ملیں؟"

"ساحل پر موناکو بار ہے۔ وہیں سے میں ٹرالر پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔"

"بس نگرانی ہی کرتے رہو۔ چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔"

"میرا خون کھول رہا ہے مسٹر طاہر!"

"خود کو قابو میں رکھو، ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔"

"آخر کرو گے کیا؟"

"اُسے چپ چاپ اُٹھا لینا ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔"

بلیک زیرو نے رابطہ منقطع کر کے ایکس ٹو کے ماتحتوں کو چوکس کر

شیراز

یہ شہر سچ مچ جنت کا نمونہ ہے۔ اسی لیے تو یہیں کے سعدی اور حافظ یہاں محو خواب ہیں اور اسی لیے کہ انگور یا دوسرے میوے یہاں بکثرت اور ارزاں ملتے ہیں۔ میوؤں کی ارزانی تو ادھر سارے ملک میں اس قدر ہے کہ ہندوستان میں تو ہم ان کو کبھی اتنے سستے ملنا ممکن نہیں۔ بس اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انگور دو پیسے سیر فصل پر عام طور پر ملتے ہیں۔ شیراز میں بلبلوں کے ہر وقت چہچہانے پر فقط بلبل شیراز بہت یاد آتا تھا۔ یہاں گلاب کے پھول تو اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ شہر کے اندر باغات میں، شہر کے باہر کھیتوں میں گلاب ہی گلاب لہلہاتے نظر آتے ہیں جن کی خوشبو شیراز آنے والے کو دور ہی سے بتا دیتی ہے کہ اب وہ رشک جناں شیراز کے قریب آپہنچے ہیں۔

اصفہان

یہ بڑا پرانا تجارتی مرکز ہے۔ یہاں تعلیم کا بڑا چرچا ہے۔ ایک بہت بڑا کالج ہے جو پہلے ایرانی یونیورسٹی تھا۔ اس کی عمارت نہایت عالی شان ہے۔ بالخصوص صدر دروازہ اپنے نقش و نگار اور بلندی کا عجب سماں پیش کرتا ہے۔ یہاں کے لوگ حاضر جوابی میں بہت مشہور ہیں۔ یہاں کی عظیم الشان حمام، پل، فوارے، مرغوب دار بازار، دامن دل کو اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ یہاں کی ایرانی خواتین یورپین لباس پہنے نظر آتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اصفہان میں کبھی آدمی کا دل اداس نہیں ہوتا۔ یہاں کی اکثر مسجدیں قابل دید ہیں لیکن ایک مسجد اتنی عجیب ہے کہ کوئی نو وارد بھی دنگ ہو سکتے ہیں۔ اس کے میناروں کو مینار لرزاں کہتے ہیں۔ اگر کوئی اس کے ایک مینار پر چڑھ کر اپنے جسم کو حرکت دے تو سب مینار ہلنے لگتے ہیں۔ عقل کام نہیں کرتی کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ اصفہان کی یہ ایک اور مشہور خصوصیت ہے کہ یہاں دودھ سے بہتر قسم کی چیزیں تیار ہوتی ہیں۔

—— مشاہدات بلاد اسلامیہ
محمودہ عثمان حیدر

شروع کیا۔ اس کی اسکیم کے مطابق صفدر کو جوزف سے رابطہ قائم کر کے پہلے تین ساتھیوں سمیت نگانا کی نگرانی کرنی تھی اور موقع ملتے ہی اُسے اٹھا کر سائیکو مینشن پہنچا دینا تھا۔

صفدر، چوہان، خاور اور نعمانی موبار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی لانچ اس وضع کی تھی، یعنی ضرورت پڑنے پر اُسے ایک جنگی کشتی کی حیثیت بھی دی جا سکتی تھی۔ طویل فاصلے کے رابطوں والا ٹرانسمیٹر بھی اس پر نصب تھا۔

موبار پہنچ کر انھوں نے اپنی لانچ موناکو بار سے تقریباً دو ڈھائی فرلانگ کے فاصلے پر لنگر انداز کی اور موناکو بار کی طرف چل پڑے۔ "جوزف سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔" کیپٹن خاور نے کہا۔

"اسی لیے ایکس ٹو نے خصوصیت سے نعمانی کو اس ٹیم میں شامل کیا ہے۔" صفدر بولا۔ "یہ تصدیق کر سکیں گے۔"

"کیوں بھئی، کیا تمھیں یقین ہے کہ تم تصدیق کر سکو گے؟" خاور نے نعمانی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"اگر میں اپنی یادداشت کے سہارے اس کی تصویر بنا سکتا ہوں تو شناخت بھی کر سکوں گا۔"

"اندازاً کتنی دیر وہ تمھاری نظروں میں رہا تھا؟" خاور نے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں۔"

"کتنے فاصلے سے دیکھا تھا؟"

"یہ بھی یاد نہیں۔" نعمانی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں کہنا چاہتا ہوں، بسا اوقات خواب بھی حقیقت معلوم ہوتے ہیں۔"

"یعنی تمھارا مطلب ہے کہ میں نے کوئی خواب دیکھا تھا۔"

"شاید۔۔۔ کیونکہ تمھارے بیان کے مطابق وہ ایمبولینس گاڑی، سمندر میں غرق ہو گئی تھی اور وہ سیاہ فام آدمی اس وقت اسی میں موجود تھا۔۔۔ پھر وہ جوزف کو جیتا جاگتا کہاں مل جاتا ہے۔"

"غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے ساتھ ہی ایکس ٹو بھی پاگل ہو گیا ہے؟"

"یار! اس بحث سے کیا فائدہ؟" صفدر بول پڑا۔ "جو کام ہمیں سونپا گیا ہے، ہمیں صرف اسی سے غرض ہونی چاہیے۔"

"سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر راہ گیروں پر بھونکنے اور جھپٹنے کو بھی کام کہا جا سکتا ہے۔" خاور ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

"یار! تم میں ٹیریر کی جھلکیاں کیوں نظر آنے لگی ہیں؟" صفدر نے ہنس کر پوچھا۔

خاور کچھ کہنے کے بجائے بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

موناکو بار پہنچ کر جوزف سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت زیادہ پُرجوش نظر آ رہا تھا۔ "وہ اس وقت بھی ٹرالر پر موجود ہے۔" اس نے صفدر کو اطلاع دی۔ صفدر کے علاوہ وہ کسی سے بھی گفتگو نہیں کر رہا تھا۔

"اس پر تو کوئی بھی سیاہ فام نہیں دکھائی دیتا۔" خاور بولا۔

"بہت دیر سے اندر ہے۔"

"کیا تم نے قریب سے دیکھا تھا؟"

"گیارہ بج کر پچاس منٹ پر وہ یہیں اسی بار میں بیٹھا پی رہا تھا۔۔۔ میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا تھا۔"

"لہٰذا جب تک وہ دوبارہ یہاں نہیں آتا، ہم اُسے قریب سے نہیں دیکھ سکیں گے۔" خاور مسکرا کر بولا۔

جوزف نے اس کے لہجے میں پائے جانے والے طنز کو بڑی شدت سے محسوس کیا اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا لیکن اس نے صفدر کی طرف شکایت آمیز نظروں سے ضرور دیکھا تھا۔ "جلدی کیا ہے، دیکھ ہی لیں گے۔" صفدر بولا۔

"لیکن ہم یہاں بیٹھ کر کیا کریں؟ ہم میں سے کوئی پیتا بھی نہیں۔" خاور نے کہا۔

"دودھ بھی مل جائے گا۔" جوزف نے جھینپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ سب خاور کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے۔

"میں نے تم سے جواب نہیں مانگا تھا۔" خاور نے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے اظہار خیال کی آزادی سے محروم کر دینا چاہتے ہو مسٹر؟"

"اپنے کام سے کام رکھو۔ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہاں، تو مسٹر صفدر!" جوزف دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ "کیا تمھارا بھی یہی خیال ہے کہ میں نے شناخت کرنے میں غلطی کی ہو گی؟"

"ہمارے ساتھ وہ آدمی بھی موجود ہے جس نے اُسے دیکھا تھا۔" صفدر نے نعمانی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے۔" جوزف اٹھتا ہوا بولا۔ "میں جا کر اُسے ڈیک پر لانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"نہیں، بیٹھو۔" صفدر اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتا ہوا بولا۔ "اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انتظار کر لیں گے۔ تمھاری یہ کوشش اُسے ہوشیار بھی کر سکتی ہے۔"

"یار! شاید تم سب بہک گئے ہو۔" خاور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"وہ دیکھو۔۔۔ وہ رہا۔" دفعتاً جوزف بولا۔

وہ سب ٹرالر کی طرف متوجہ ہو گئے اور نعمانی نے کہا۔ "تم اُسے قریب سے دیکھ چکے ہو لیکن اس فاصلے سے میں شناخت نہیں کر سکوں گا۔"

"ٹہلتے ہوئے قریب چلے جاؤ۔" صفدر بولا۔

نعمانی اُٹھ گیا اور اُنھوں نے ٹرالر کی طرف سے توجہ ہٹالی تھی... صفدر نے ویٹر کو بلا کر لائم جوس طلب کیا اور جوزف سے پوچھا "تم کیا پیو گے؟"

"میرے لیے ملک شیک لاؤ۔" جوزف نے ویٹر سے کہا۔

"تم تکلف نہ کرو۔ اپنے لیے وہی منگواؤ جو پینا چاہتے ہو۔" صفدر نے کہا۔

"شرفا کے درمیان آنے میں وہ اپنی توہین محسوس کرے گی مسٹر... اس لیے ملک شیک ہی چلنے دو۔"

خاور نے پھر اُسے خونخوار نظروں سے دیکھا لیکن بولا کچھ نہیں۔ وہ مشروبات سے شغل کرتے رہے۔ اتنے میں نعمانی واپس آگیا۔ "خدا کی قسم وہی ہے۔" اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔ وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے پھر نعمانی ہاتھ ہلا کر بولا۔ "لیکن شاید ٹرالر ساحل چھوڑ رہا ہے۔ لنگر اُٹھایا جا رہا تھا۔"

"تو پھر ہم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟" صفدر اُٹھتا ہوا بولا۔

وہ باہر نکلے اور اپنی لانچ کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ٹرالر نے ساحل چھوڑ دیا۔ "اس کے ڈائرکشن پر نظر رکھو۔" صفدر نے کہا۔ وہ تیزی سے اپنی لانچ کی طرف بڑھنے لگے اور خاور اس طرح ہنستا جا رہا تھا جیسے اپنے ساتھیوں کو اوّل درجے کا احمق سمجھ رہا ہو... لانچ میں پہنچ کر اس نے کہا۔ "دیکھ لینا، شرمندگی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔" کوئی کچھ نہ بولا۔ اُن کی لانچ بھی اب اُدھر ہی جا رہی تھی، جدھر ٹرالر گیا تھا۔

★

عمران اور بلاول نے کھانے پینے کی اشیا کے تھیلے اپنے کندھوں پر اُٹھائے تھے اور ساحل کی طرف چل پڑے تھے۔ مرسیانا بُری طرح خائف تھی۔ ہر چند کہ ماقبل تاریخ کے وحشیوں کا راز افشا ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کا دھڑکا تو لگا ہی ہوا تھا کہ کہیں ویسے ہی دو چار اور بھی موجود نہ ہوں اور بے خبری میں حملہ نہ کر بیٹھیں۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔" بلاول چلتے چلتے بولا... اور عمران بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

ساحل کی جانب والی ڈھلان سے اُترتے وقت اُس نے کہا۔ "تم وان بروف کی پُراسرار قوتوں کا ذکر کر رہے تھے۔"

"ہاں، وہ کہتا ہے کہ اُس کے لیے کام کرنے والوں کی کوئی حرکت اُس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔"

"کیا ایسی کوئی شہادت تمھاری نظروں سے گزری ہے؟"

"کیوں نہیں... بارہا ایسا ہوا ہے کہ اُس نے اپنے آدمیوں کو سزائیں دی ہیں، ایسی باتوں پر کہ جن کا علم اُن کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔"

"کس قسم کی سزائیں؟"

"ایسی سزائیں کہ وہ پھر کبھی نظر نہیں آئے۔"

"کیا مطلب؟"

"اُنھیں متحرک چٹانوں پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔"

"متحرک چٹانیں...؟" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں، اُن چٹانوں کی صحیح پوزیشن کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کبھی نظر آتی ہیں اور کبھی غائب ہو جاتی ہیں اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جگہ بدلتی رہتی ہیں۔"

"کیا تمھارا ذہن قابو میں نہیں ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"کیوں؟ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"پھر یہ چٹانیں کہاں سے نکل پڑیں؟"

"اُف فوہ... کیا تم میری باتوں میں بے ربطی محسوس کر رہے ہو؟"

"بہت زیادہ۔ کیونکہ تم نے یہی نہیں بتایا کہ یہ چٹانیں کہاں اُگتی ہیں۔ زمین پر ہیں یا فضا میں پرواز کرتی رہتی ہیں۔"

"ارے بھائی! سمندر میں ہیں۔"

"کس طرف...؟"

"تیس یا بائیس میل کے فاصلے پر میں نے انھیں ایک بار دیکھا تھا... پھر دوسری بار یہاں اسی جزیرے کے قریب دکھائی دی تھیں۔"

"اور سزا یاب لوگ اُن چٹانوں پر پھنکوا دیے جاتے ہیں؟"

"ہاں، ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔"

وہ ساحل پر پہنچ کر موٹر بوٹ میں بیٹھ گئے۔ بلاول نے اُن دونوں سے کہا۔ "تم دونوں کیبن سے باہر مت نکلنا اور میں دن کے اُجالے میں موبلہ کے ساحل پر نہیں جا سکوں گا۔"

"تو اتنا وقت کہاں گزرے گا؟" عمران نے پوچھا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"بہت اچھا۔" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر کہا اور مرسیانا کو لے کر کیبن کے اندر چلا آیا۔ موٹر بوٹ کے انجن کا شور فضا میں گونجنے لگا تھا پھر وہ حرکت میں آگئی۔ کچھ دیر بعد انجن کا شور کسی قدر کم ہوا تو مرسیانا آہستہ سے بولی۔

"تم نے اس پر اس حد تک اعتماد کیسے کر لیا؟"

"تو پھر کیا کرتا؟"

"میرا مطلب ہے کہ تم بھی کیبن میں کیوں آ بیٹھے؟ پتہ نہیں کس طرف لے جائے۔"

"کیا تمھیں اس کی باتوں پر یقین نہیں آیا؟" عمران نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں... میں تو سمجھتی ہوں کہ اس نے وان بروف کا نام بھی

یونہی لے لیا ہے۔ ہو سکتا ہے، یہ لوگ وان بروف کو جانتے ہوں اور یہ بھی جانتے ہوں کہ میں وان بروف کے لیے کام کرتی ہوں۔"

"کچھ بھی ہو۔ وہ اپنے باس سے برگشتہ ہو چکا ہے۔"

"یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دوسرے زخمی کو اس بے دردی سے نہ مار ڈالتا۔"

"اس کا الزام وہ تمھارے سر رکھ کر اپنے باس سے سُرخرو بھی ہو سکتا ہے۔ اُسے کوئی کہانی سنا کر کہہ سکتا ہے کہ اس طرح اس نے تمھیں قابو میں رکھا اور فرار نہیں ہونے دیا۔"

"اوہو! اس وقت تو بے حد عقل مندی کی باتیں کر رہی ہو۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یقیناً ایسا بھی ہو سکتا ہے۔"

"تمھاری گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ جزیرے کا نام سنتے ہی تم سمجھ گئے تھے کہ اپنے شہر سے کتنی دُور ہو۔"

"ہاں، میں سمجھ گیا تھا۔"

"تو پھر کیوں نہ موٹر بوٹ پر تم خود قبضہ کر لو۔ کمپاس کی مدد سے تم اپنے شہر کے ساحل تک پہنچ سکو گے۔"

"ہاں، یہ بھی ممکن ہے لیکن میں تو اس کے باس تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اپنے شہر کے ساحل تک پہنچ کر کیا کروں گا۔"

"تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"اپنے شہر سے میں اُکتا گیا ہوں۔"

"آخر ہو نا تم بھی درندے ہی۔"

"درندوں سے بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ آدمی خود بھی درندہ ہو جائے۔" عمران نے کہا اور کیبن کے اس حصے میں جھانکنے لگا جہاں بلاول بیٹھا موٹر بوٹ چلا رہا تھا۔

"تم پچھتاؤ گے، اگر میری بات نہیں سنو گے۔" مرسیانا عقب سے بولی۔

"مجھے سوچنے دو۔" عمران نے جھنجلا کر کہا۔ ٹھیک اسی وقت اس نے بلاول کو موٹر بوٹ کا رُخ بدلتے دیکھا۔ گویا اِدھر سے چلے تھے... پھر اُدھر ہی واپس جا رہے تھے۔ رُخ اتنی تیزی سے بدلا گیا تھا کہ مرسیانا لڑکھڑا کر عمران پر آگری۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بولی۔

"اس نے تیزی سے کورس بدلا ہے اور شاید ہم پھر اسی جزیرے کی طرف واپس جا رہے ہیں۔"

"دیکھا... تم نے دیکھا نا..."

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بلاول کی آواز آئی۔ "میری کمپنی کا ایک فشنگ ٹرالر اِدھر آ رہا ہے۔"

"تو پھر کیا صورت ہوگی؟" عمران نے پوچھا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"تب پھر مجھے چارج دو اور تم کیبن میں آرام کرو۔"

"نہیں مجھے مر ہی جانا چاہیے۔ کسی طرح بھی نہیں بچ سکوں گا۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ میں باہر آتا ہوں۔ تم کیبن میں آؤ۔"

"لیکن تمھاری وجہ سے اور زیادہ جلدی مارا جاؤں گا... اگر اُنھوں نے تمھیں دیکھ لیا۔"

"کیا پوری کمپنی وان بروف کے لیے کام کرتی ہے؟"

"نہیں... لیکن ہر ٹرالر پر اس کا ایک آدمی ضرور ہوتا ہے۔"

عمران دوسرے ہی لمحے کیبن سے نکل کر پیٹ کے بل رینگتا ہوا بلاول کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ بُری طرح مچلا لیکن پھر ڈھیلا پڑ گیا، کیونکہ دباؤ گردن سے زیادہ بائیں شانے کی ایک رگ پر تھا۔ عمران نے اُسے ایک طرف ڈال کر اسٹیئرنگ خود سنبھال لیا پھر مرسیانا کو آواز دی۔ "آ جاؤ، کسی خاص احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔" کچھ لمحے بعد وہ باہر نکل آئی اور بلاول کو ایک طرف پڑا دیکھ کر بولی۔ "بالآخر تمھیں وہی کرنا پڑا جو میں پہلے کہہ رہی تھی۔"

"خواہ مخواہ ڈر رہا تھا۔ یہ ایک عام سی موٹر بوٹ ہے اور اس پر کوئی شناختی نشان یا کسی ادارے کا نام بھی نہیں ہے... لیکن ٹھہرو، کیبن میں ایک ترپال پڑا ہوا ہے، اُٹھا لاؤ اور اس پر ڈال دو۔"

"وہ تو میں ڈال دوں گی لیکن تم ابھی تک اسی بدلے ہوئے کورس پر چل رہے ہو۔"

"ہاں، میں چاہتا ہوں کہ پیچھے والا ٹرالر آگے نکل جائے... پھر دوبارہ اسے راستے پر لگاؤں گا۔ تم پیچھے جا کر اندازہ لگاؤ کہ موٹر بوٹ اور ٹرالر کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔"

مرسیانا دوسری طرف چلی گئی اور عمران نے موٹر بوٹ کی رفتار برقرار رکھی۔ کبھی کبھی وہ بلاول کی طرف بھی دیکھ لیتا جس پر ترپال پڑی ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت تھا۔ مرسیانا نے واپس آ کر اطلاع دی کہ صرف ٹرالر ہی نہیں بلکہ اُس سے کسی قدر فاصلے سے ایک لانچ بھی اِدھر ہی آ رہی ہے۔

"کیا اتنا فاصلہ نہیں ہے کہ ہم اُن سے ٹکرائے بغیر اپنی کشتی پھر دوسری سمت موڑ لیں؟"

"نہیں، اتنا فاصلہ نہیں ہے خواہ تم کتنا ہی بڑا دائرہ کیوں نہ بناؤ۔ مُڑنے کے لیے کسی ایک سے ضرور ٹکراؤ گے۔"

"تو پھر یہی مناسب ہوگا کہ آگے بڑھتے رہیں۔"

"حتیٰ کہ ایندھن ختم ہو جائے۔" مرسیانا طنزیہ انداز میں بولی۔

"ایندھن کی فکر نہ کرو۔ میں نے دیکھا ہے، کیبن میں خاصا فالتو ایندھن موجود ہے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ عمران نے موٹر بوٹ کی رفتار کچھ اور بڑھا دی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسی جزیرے کا ساحل نظر آنے لگا... جس سے وہ فرار ہوئے تھے۔

"کیا پھر یہیں رُکو گے؟" مرسیانا نے پوچھا۔

"فی الحال تو آگے ہی بڑھتے رہنے کا ارادہ ہے۔"

"ادھر دیکھو، شاید وہ ہوش میں آ رہا ہے۔" مرسیانا بولی۔ عمران نے دیکھا ترپال میں جنبش ہو رہی تھی۔ اچانک بلاول نے ہاتھ مار کر ترپال کا کونہ اپنے چہرے سے ہٹا دیا اور اس طرح آنکھیں پھاڑنے لگا۔ جیسے وہ بینائی سے محروم ہو گئی ہوں۔ "اس کے ہاتھ پیر باندھ دو۔ ورنہ دشواری میں ڈالے گا۔" مرسیانا نے کہا اور عمران سر کو جنبش دے کر رہ گیا۔

اب موٹر بوٹ اس جزیرے سے کسی قدر آگے نکل آئی تھی... دفعتاً بلاول اٹھ بیٹھا اور خاموشی سے عمران کو دیکھتا رہا۔ اُدھر عمران کا یہ عالم تھا جیسے اُسے اُس کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔ "ہم کدھر جا رہے ہیں؟" کچھ دیر بعد بلاول نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ٹرالر کے آگے لیکن اُدھر سے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی ہے جس کی بنا پر یہ سمجھا جا سکے کہ ہم خطرے میں ہیں۔"

ٹھیک اسی وقت فائروں کی آوازیں سنائی دیں اور بلاول بوکھلا کر بولا۔ "دیکھا... تم نے دیکھا؟"

"آوازیں دُور کی ہیں... اچھی بات ہے۔ اب تم میری جگہ بیٹھو۔ میں دیکھتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"جہنم میں جائے۔" بلاول نے کہا اور لیٹ کر پھر ترپال اپنے اُوپر کھینچ لی۔

عمران نے بُرا سا منہ بنا کر مرسیانا کی طرف دیکھا اور وہ شانے سکوڑ کر رہ گئی۔ "تم دیکھو، وہ ٹرالر اب بھی نظر آ رہا ہے یا نہیں۔" عمران نے مرسیانا سے کہا۔

"اگر گولی لگ گئی تو؟"

"اچھا تو تم میری جگہ بیٹھو۔ اتنا تو کر سکو گی؟"

"میں، موٹر بوٹ کو ہینڈل کر سکتی ہوں۔"

"یہ تم نے اچھی خبر سنائی۔ اب میں دیکھ لوں گا اور بلاول بازا! تم یونہی پچکے پڑے رہو گے۔"

"مجھے پریشان مت کرو۔" ترپال کے نیچے سے آواز آئی۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"یہ اور بھی اچھا ہے۔" عمران کہتا ہوا اُٹھ گیا... مرسیانا نے اُس کی جگہ سنبھال لی اور وہ بوٹ کے عقبی حصے میں آ گیا۔ لانچ اور ٹرالر نظر نہیں آ رہے تھے لیکن وقفے وقفے سے فائروں کی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اگلے حصے کی طرف پلٹ آیا۔ لانچ یا ٹرالر کے نظر نہ آنے کا یہ مطلب تھا کہ وہ انہیں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی کشتی کو دوبارہ مخالف سمت میں اس طرح موڑ سکتا تھا کہ کسی سے ٹکراؤ کا خدشہ باقی نہ رہتا۔

"اب ہٹ جاؤ۔" عمران نے مرسیانا سے کہا... پھر اُس کے ہٹتے ہی خود اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ ایک لمبا چکر لے کر اس نے کشتی موڑی تھی۔ مرسیانا کی نظر بلاول پر جمی ہوئی تھی۔ اُس نے عمران سے کہا۔

"عجیب آدمی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے سچ مچ سو رہا ہو۔"

عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور بدستور سامنے ہی نظریں جمائے رہا۔ فائروں کی آوازیں لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ "یہ کدھر جا رہے ہو؟" دفعتاً مرسیانا نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر پوچھا۔

"موت کے منہ میں... تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"ہاں مجھے اعتراض ہے۔"

"تو سمندر میں چھلانگ لگا دو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"مجھے تو اُدھر ہی جانا ہے۔ بہرحال میں جاؤں گا۔ تم کیبن میں جا کر پیٹ کے بل لیٹ جاؤ۔"

اُس نے ایسا ہی منہ بنایا تھا جیسے کہہ رہی ہو۔ "جہنم میں جاؤ" اور پھر کیبن میں چلی گئی تھی۔

"بھائی، یہ فائرنگ کی آوازیں کیسی ہیں؟" بلاول نے ترپال سے منہ نکالے بغیر پوچھا۔

"بھائی! تم بھی چپ چاپ پڑے رہو ورنہ اُٹھا کر پانی میں پھینک دوں گا۔"

"مجھے لاعلم نہ رکھو ورنہ مارے جاؤ گے۔" بلاول نے کہا۔

"ترپال کے نیچے پہنچتے پہنچتے خبریں باسی ہو جائیں گی، اس لیے کوئی فائدہ نہیں۔"

جزیرے کا ساحل نظر آنے لگا تھا۔ عمران نے کشتی کچھ اور کاٹی تاکہ ساحل کے سامنے سے گزرتے وقت فاصلہ زیادہ رہے... اور پھر اُس نے دیکھا کہ لانچ اور ٹرالر کے درمیان فائرنگ ہو رہی تھی۔ دونوں ہی کسی قدر فاصلے سے ساحل پر لنگر انداز تھے۔ عمران نے اسٹیئرنگ کے نیچے رکھی ہوئی دوربین اُٹھائی اور ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔ پہلے ٹرالر کو فوکس میں لیا تھا پھر لانچ کی طرف دوربین گھماتے ہی اُچھل پڑا۔ کیونکہ لانچ، اسی کے محکمے کی تھی۔

"کیوں بھائی! کیا قصہ ہے؟" دفعتاً بلاول نے پھر سوال کیا۔

"تمہارے فشنگ ٹرالر اور ایک لانچ کے درمیان فائرنگ ہو رہی ہے۔"

"کیا کسٹمز کی لانچ ہے؟"

"پتہ نہیں۔"

"نکل چلو۔ تیزی سے نکل چلو۔"

"کیا اس موٹر بوٹ پر اسلحہ موجود نہیں ہے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"گویا تم دونوں کے تحفظ کا سرے سے کوئی انتظام ہی نہیں تھا۔"

"اس جزیرے کے قیدی نہتے کر کے یہاں بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے اُن کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔"

عمران نے بوٹ کو کچھ آگے بڑھا کر پھر جزیرے کی طرف موڑا اور ایسے کنارے کی طرف لے جانے لگا جہاں سے صرف لانچ نظر آ رہی تھی۔ ٹرالر نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ فائرنگ کی آوازیں یہاں بھی پہنچ رہی تھیں۔ عمران نے انجن بند کر کے لنگر کنارے پر پھینک دیا۔ "یہ کہاں رُک رہے ہو؟" بلاول نے بوکھلا کر ترپال چہرے سے ہٹا دی۔ مرسیانا بھی کیبن سے نکل آئی۔

"او دیوانے، یہ تم کیا کر رہے ہو؟" وہ دانت پیس کر بولی۔

"بائیں، تم زندہ ہو۔" عمران نے حیرت سے کہا اور دوربین اُٹھا کر لانچ کا جائزہ لینے لگا۔ اپنے ایک ایک ماتحت کو پہچانا۔ وہ پوزیشن لیے فائرنگ کر رہے تھے... پھر شاید جوزف کی نظر موٹر بوٹ پر گئی اور وہ رائفل سنبھالے اُس کی طرف پلٹ پڑا لیکن قبل اس کے کہ فائر کرتا، عمران نے زبان کے نیچے دو انگلیاں ڈال کر مخصوص انداز میں تیز سیٹی بجائی اور پھر اُس نے دیکھا کہ جوزف نے رائفل پھینک کر سمندر میں چھلانگ لگا دی ہے۔ ساتھ ہی اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا بھی تھا۔

"وہ دیکھو..." مرسیانا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "وہ کالا آدمی تیرتا ہوا اِدھر ہی آ رہا ہے۔"

"گک... کون کالا آدمی؟" بلاول بوکھلا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ جوزف پانی پر لمبے لمبے ہاتھ مارتا ہوا تیزی سے بڑھا آ رہا تھا۔ "اُف وہ..." بلاول بڑبڑایا۔ "اب مارے گئے لیکن اگر وہ اس لانچ سے کودا ہے تو... ارے ٹرالر کہاں ہے؟"

"چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔" عمران غرایا۔

"باس..." جوزف کسی قدر قریب پہنچ کر چیخا۔

"ہاں، ٹھیک ہے۔ چلے آؤ۔" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

"مت... تو تم اسے جانتے ہو؟" مرسیانا بولی۔

"میرا باڈی گارڈ ہے اور اس لانچ پر میرے ہی آدمی ہیں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" بلاول ہنس پڑا لیکن عجیب خوف زدہ سی ہنسی تھی۔

جوزف بوٹ پر چڑھ آیا اور عمران کے سامنے دو زانو بیٹھ کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑے اور انہیں چومنے لگا۔ آنکھوں سے لگانے لگا پھر بولا۔ "وہ سارے خبیث یہی کہہ رہے تھے باس، کہ... تم ایمبولنس گاڑی سمیت غرق ہو گئے ہو لیکن مجھے یقین نہیں تھا پھر میں نے اس کالے کو تلاش کیا جو ایمبولنس گاڑی میں تمہارے ساتھ تھا۔"

جوزف نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرائی تھی اور بلاول پُر تشویش انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "بے شک لگتا ہی ہو گا۔ وان بروف کے بے حد خاص آدمیوں میں سے ہے اور ہم سب سے زیادہ جانتا ہے۔"

دفعتاً لانچ سے مائیک پر کہا گیا۔ "بہتر یہی ہے کہ تم نہتے ہو کر ساحل پر اُتر جاؤ۔ ورنہ ہمارے پاس ہلکی توپ بھی ہے، ٹرالر کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔ دس تک گننے کے بعد ہم توپ سے فائر کریں گے۔ ایک... دو... تین... چار... پانچ... چھ... سات... آٹھ... نو... دس..." اور پھر سناٹا چھا گیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟... یہ کیا ہو رہا ہے؟" مرسیانا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بے فکر ہو جاؤ، میرے ساتھیوں نے انہیں قابو میں کر لیا ہے۔" عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ "دیکھو، کیا پوزیشن ہے؟"

"تم اس پر خوش ہو رہے ہو کہ تمہارے ساتھیوں نے ان پر قابو پا لیا ہے۔" بلاول نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"کیا مجھے خوش نہیں ہونا چاہیے؟"

"انہوں نے ٹرالر سے خطرے کا سگنل دے دیا ہوگا اور اسے نوٹ کر لو کہ تم لوگ کسی بڑی دشواری میں پڑنے والے ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"ارے، تم تو نکل چلو۔ تمہارے ساتھی بعد میں آتے رہیں گے۔" مرسیانا بولی۔

عمران نے لنگر اُٹھایا اور آؤٹ بورڈ پر اسٹارٹر بٹن دباتا ہوا بولا۔ "اب رات اسی جزیرے پر بسر ہو گی۔" وہ موٹر بوٹ کو اپنے محکمے کی لانچ کی طرف بڑھاتا لے گیا۔

دوسری طرف فشنگ ٹرالر کے لوگ نہتے ہو کر ساحل پر اُتر

"بھی، الجھن نے... لیکن تم اس پریشانی میں کیوں مبتلا ہو گئے ہو؟"

"اس لیے کہ ہمیں خواہ مخواہ دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے۔"

دفعتاً بلاول والی موٹر بوٹ پھر نظر آئی۔ جدھر گئی تھی اُدھر سے پھر اُسی سمت میں پلٹ آئی جس طرف لانچ جا رہی تھی۔ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ بھی رہا تھا۔ دفعتاً لنگانا نے قہقہہ لگایا لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیے بغیر مائیک کی طرف جھپٹا اور جلدی سے بولا۔ "ٹھہرو، بلاول! ٹھہر جاؤ... اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کہ ہم تمہارے پیچھے نہیں آئے تھے... لانچ پر آ جاؤ، بلاول! موٹر بوٹ چھوڑ دو۔" لیکن بلاول نے ایک نہ سنی۔ لنگانا قہقہے لگا رہا۔ عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر مائیک رکھ دیا۔

"شاید تم پر بہت زیادہ بدحواسی طاری ہے۔" خاور نے ہنس کر کہا۔

"یہ شخص مفت میں مارا جائے گا۔" عمران بولا۔

موٹر بوٹ لانچ سے آگے نکل کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

★ بلاول پر بدحواسی طاری تھی۔ اُس نے کشتی، اس سمت میں موڑی تھی، جدھر لانچ جا رہی تھی اور ہاتھ ہلا ہلا کر کہا تھا۔ "بھاگو... اپنی جانیں بچاؤ"... اور موٹر بوٹ کو لانچ سے آگے نکال لے گیا تھا لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جان بچانے کے لیے کدھر جائے گا؟ کیا وہ متحرک چٹانیں اس کا پیچھا چھوڑ دیں گی، جنھیں اُس نے سطحِ سمندر پر ابھر کر اپنی راہ میں حائل ہوتے دیکھا تھا۔ بہرحال اُس وقت تو اُس نے اپنی کشتی تیزی سے گھمائی تھی اور پھر اُسی سمت میں بھاگ نکلا تھا جہاں سے کشتی لے کر فرار ہوا تھا پھر لانچ پر نظر پڑی تھی اور اس نے فاصلہ برقرار رکھ کر کشتی کو لانچ کے متوازی کر لیا تھا۔ مائک پر عمران کی وارننگ بھی سنی تھی لیکن سب لاحاصل، اُس پر تو اضطراری کیفیت طاری تھی۔ وہ کشتی کی رفتار بڑھاتا رہا پھر لانچ اتنی پیچھے رہ گئی کہ اُس کا نظر آنا بند ہو گیا... اچانک بائیں جانب اس کی نگاہ اُٹھی اور اُس کے حلق سے بے ساختہ کسی قسم کی چیخ نکل گئی۔ بہت دُور ایک سیاہ دھبہ حرکت کرتا نظر آ رہا تھا۔ گویا وہ چٹانیں اُس کے متوازی ہی حرکت کر رہی تھیں لیکن اس بار وہ کشتی کا رُخ نہ بدل سکا۔ کیونکہ وہ اُس متحرک دھبے پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔ رُخ بدلتا تو دھبہ عقب میں چلا جاتا اور دونوں کے درمیان کشتی کا کیبن حائل ہو جاتا۔

خدا خدا کر کے موبار کا ساحل دکھائی دیا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ وہ کشتی کو ساحل کے اس حصے کی طرف لیتا چلا گیا جو زیادہ تر ویران ہی رہتا تھا۔ بدحواسی کے عالم میں لنگر خشکی پر پھینکا اور کشتی سے چھلانگ لگا دی پھر اندھا دھند دوڑنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ موبار میں کہاں پناہ لے سکے گا۔ چٹانوں کا خوف اب دل سے نکل گیا تھا وہ دوڑتا رہا۔

لیکن آبادی میں پہنچ کر اُسے اپنی رفتار سست کرنی پڑی تھی... اور روشن حصّے میں آتے ہی معمول کے مطابق چلنے لگا۔ اپنی منزل سے زیادہ دُور نہیں تھا، ذرا ہی سی دیر میں اپنے ایک رشتے دار کے مکان تک پہنچ جاتا لیکن جیسے ہی ایک ویران گلی میں داخل ہُوا... کوئی ٹھنڈی سی چیز اُس کی کنپٹی سے آ لگی جہاں تھا وہیں رُک گیا۔ بالکل ایسا لگا جیسے شریانوں میں خون منجمد ہو گیا ہو، سارے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑنے لگیں۔

"بائیں طرف مُڑ جاؤ۔" کسی نے سرگوشی کی اور کنپٹی پر ٹھنڈے لوہے کا دباؤ بڑھ گیا۔ اب وہ چل نہیں گھسٹ رہا تھا۔ سارے احساسات دُھواں ہو کر رہ گئے تھے۔ اُسے ہوش نہیں کہ کتنی دُور چل کر ایک عمارت میں داخل ہُوا تھا اور پھر روشنی میں پہنچتے ہی ایسا لگا جیسے ذہن میں دھماکا سا ہُوا ہو لیکن یہ دھماکا، اس پستول سے نہیں ہُوا تھا جس کی نال اُس کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی۔ اسے ایک طرح سے بصارت کا دھماکا کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کی نگاہ بھاری جبڑوں اور خونخوار آنکھوں والے وان بروف پر پڑی تھی۔ وہ چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر غیر متوقع طور پر نرم لہجے میں بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔" اس کمرے میں وہ تنہا تھا اور سامنے کئی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ خود آتش دان کے قریب کھڑا تھا پھر اُس نے اُس آدمی کو چلے جانے کا اشارہ کیا جو بلاول کو یہاں تک لایا تھا۔ "میں نے کہا تھا بیٹھ جاؤ۔" اُس نے پھر بلاول سے کہا۔

"شش... شکریہ، باس!" بلاول ایک کرسی پر بیٹھتا ہُوا بولا۔ اُس کا پورا جسم بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"مجھے سب کچھ معلوم ہے۔" وان بروف نے کہا۔ اُس کے لہجے کی نرمی اب بھی برقرار تھی۔

"م م... میں کیا کرتا، باس!"

"ہاں، تم مجبور تھے۔ تمہیں ان آدم خوروں کی اصلیت نہیں بتائی گئی تھی۔"

"یہی بات تھی، باس!"

"تمہاری گفتگو کا ایک ایک لفظ مجھ تک پہنچتا رہا تھا جزیرے میں بھی اور کشتی میں بھی۔"

"میں بہت خوف زدہ تھا باس!"

"قدرتی بات ہے۔"

"تو مجھے معاف کر دیا گیا؟"

"ابھی نہیں..."

"پپ... پھر...؟"

"تم نے اُسے متحرک چٹانوں کے بارے میں بتایا تھا؟"

گئے تھے اور عمران کے ساتھیوں نے انھیں باندھ لیا تھا۔ وہ تعداد میں آٹھ تھے جن میں لنگانا بھی شامل تھا اور وہ سب مسلسل پوچھے جا رہے تھے کہ آخر اُن کا قصور کیا ہے اور وہ کون ہیں اور کس استحقاق کی بنا پر انھوں نے اُن کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے؟

ٹھیک اُسی وقت عمران کی بوٹ وہاں پہنچ گئی اور اس پر نظر پڑتے ہی لنگانا کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ مرسیانا نے اُس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "ہاں، یہی تھا۔"

"کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا، تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں نہیں جانتا تم کون ہو۔" لنگانا نے دلیر بننے کی کوشش کی۔

"میں تمہیں نہیں بھول سکتی۔ تم ہی نے اس پر ایک بوڑھے مریض کا میک اَپ کیا تھا۔" مرسیانا نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔" لنگانا نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

نعمانی کبھی مرسیانا کو دیکھتا تھا اور کبھی لنگانا کو۔

ٹھیک اسی وقت انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور وہ چونک کر مُڑے۔ بلاول باز نے موٹر بوٹ کا لنگر اُٹھا لیا تھا اور جتنی دیر میں عمران اس تک پہنچتا، وہ تیر کی طرح کھلے سمندر میں نکلی چلی گئی۔ غلطی عمران ہی سے سرزد ہوئی تھی کہ اُس نے بلاول کو موٹر بوٹ میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔

"کیا میں لانچ میں اس کا تعاقب کروں، باس؟" جوزف نے عمران سے پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔ وہ آزادی سے مرنا چاہتا ہے لیکن اب ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ صرف لنگانا کو ساتھ لے چلو۔ بقیہ لوگوں کو یہیں باندھ کر ڈال دو۔"

"اور تمہاری گاڑی کا کیا ہوگا؟ وہ بھی تو یہیں ہے، غالباً اُس طرف۔" مرسیانا نے مشرق کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"اُسے بھی یہیں چھوڑ دو... پھر دیکھا جائے گا۔" کچھ دیر بعد لانچ وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اس دوران میں نعمانی، عمران کو اُس کے اغوا کی داستان سُنا رہا تھا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ ایمبولینس گاڑی ہی غرق ہو گئی تھی؟" عمران نے پوچھا۔

"اُسی طرح جیسے اس پر یقین ہے کہ تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

عمران نے مرسیانا کی طرف دیکھا۔

"میں کیا بتاؤں، مجھے بھی انھوں نے راستے ہی میں بے ہوش کر دیا تھا، تمہیں بتا چکی ہوں۔"

"اب تم اپنی زبان کھولو۔" عمران نے لنگانا کی طرف مُڑ کر کہا۔

اُس کے دونوں ہاتھ پُشت پر بندھے ہُوئے تھے اور وہ فرش پر دو زانو بیٹھا ہُوا تھا۔ "میں کیا بولوں؟ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔"

"تم کس کے لیے کام کرتے ہو؟"

"میں سی فوڈ پریزرورز لمیٹڈ کا ملازم ہوں۔"

"وہ تو دھوکے کا پیشہ ہے۔ اصل میں کس کے لیے کام کرتے ہو؟"

"اس کے علاوہ اور کسی کے لیے کام نہیں کرتا۔"

"تمہارے خلاف دو شاہد یہاں موجود ہیں۔"

"میں سمجھا..." وہ سر ہلا کر بولا۔ "مجھے کسی مقدمے میں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔"

"یہ جھوٹا ہے۔ پہلے بھی آیا تھا میرے کمرے میں۔" مرسیانا چیخ کر بولی۔

"آخر تم لوگ ہو کون؟" لنگانا آنکھیں نکال کر بولا۔

"اوہو... تو واقعی تم مجھے نہیں پہچانتے؟" عمران مسکرا کر بولا۔

"میں اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ پتہ نہیں تم لوگ کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"اس کا نکل جانا اچھا نہیں ہُوا، باس!" جوزف سرگوشی میں بولا۔

"فکر مت کرو۔"

"مجھے بے حد افسوس ہُوا۔" کیپٹن خاور نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے زندہ دیکھ کر؟"

"[illegible] ہے۔" خاور نے کہا۔

"شکریہ..." عمران نے اس کی طرف مُڑ کر بائیں آنکھ دبائی۔

"لیکن اس بھوت کا کیا کریں؟" صفدر نے لنگانا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمہارا مہمان رہے گا۔" عمران نے کہا اور پھر مرسیانا سے بولا۔ "تم تو اپنے بیان پر قائم رہو گی۔"

"وان بروف کے بارے میں جتنا جانتی ہوں تمہیں بتا چکی ہوں۔ اور یقین کرو کہ اس سے کسی مرحلے پر انحراف نہیں کروں گی۔"

لنگانا اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ ہونٹ سختی سے بھنچے ہُوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اگر ہاتھ کھلے ہوتے تو بے اختیار اس پر جھپٹ پڑتا۔

"ماری گئی بے چاری۔" خاور ٹھنڈی سانس لے کر اُردو میں بولا۔

"تدفین تمہارے ذمے۔" عمران نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں یہ عورتیں کیا دیکھتی ہیں؟" خاور نے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا۔

"مجھے کچھ ہوش نہیں۔"

"تم نے بتایا تھا لیکن یہ ایسی کوئی بات نہیں۔ تُسے ہر حال میں اُن چٹانوں تک پہنچنا ہے۔" بلاول بوتھوں کی طرح مُنہ پھاڑے اُسے دیکھتا رہا، کچھ بولا نہیں۔ "تم اب بھی میرے لیے کام کر رہے ہو۔" وان بروف نے کہا۔

"شش... شکریہ، باس!"

"لیکن تم چھپ چھپ کر اُس سے بچتے رہو گے۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔"

"تمھیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔"

"میں، آپ کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا اور، باس! اُن لوگوں نے ٹرالر کے سارے آدمی پکڑ لیے ہیں۔"

"وہ صرف ٹگا کو لے گئے ہیں۔" وان بروف نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"تو پھر... تو پھر..." وہ ہاتھ ملتا ہُوا بولا۔

"تو پھر کچھ بھی نہیں۔ تم صرف اپنے کام سے کام رکھو۔"

"بہت بہتر، باس!"

"بس، تو پھر سکون سے اپنے گھر جاؤ۔ تمھیں ہدایات ملتی رہیں گی لیکن اُس پر تمھیں یہی ظاہر کرنا پڑے گا کہ مجھ سے چھپتے پھر رہے ہو۔"

"ایسا ہی ہوگا، باس!"

وان بروف نے ہاتھ ہلا کر ملاقات ختم کر دی۔

بحری فوج حرکت میں آگئی تھی۔ ناریل والے جزیرے پر اب اُس کا قبضہ تھا۔ عمران کی کار وہاں سے اُٹھوا کر ایک ٹرالر پر بار کرائی گئی تھی اور اُسے عمران تک پہنچا دیا گیا تھا۔ مرسیانا، عمران ہی کے ساتھ تھی لیکن وان بروف کا کوئی سُراغ نہیں مل رہا تھا۔ مرسیانا کے ساتھی کئی ہی گرفتار کر لیے گئے تھے اور اُن کے ذریعے بہت کچھ انکشاف ہُوا تھا... لیکن عمران کو تو وان بروف کی تلاش تھی۔ مرسیانا کو وہ اپنے ساتھ فلیٹ ہی میں لے آیا تھا... اور جولیانا فٹز واٹر ہر وقت اُس کے سر پر مسلط رہنے کی کوشش کرتی تھی۔

اُدھر گل رُخ اور سلیمان کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ گل رُخ کو مرسیانا کا وجود کھل رہا تھا اور سلیمان کا قول تھا کہ جولیا اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی، صاحب کے لیے مرسیانا ہی مناسب رہے گی اور صاحب کا یہ حال تھا کہ دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ پیٹ کر انھیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کے بھی قابل نہیں ہے۔

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔" سلیمان بولا۔

"اچھا ہے!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔ "کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"میری مرضی..." سلیمان سر جھٹک کر بولا۔

"کیا... کیا؟ تیری مرضی...؟"

"آپ نے میری ایک شادی کرائی تھی۔ میں بطور احسان مندی آپ کی کئی شادیاں کراؤں گا۔"

"ایک آدھ میری قبر میں بھی ٹھونس دیجیو۔"

"اے بکنے دیجیے، صاحب! مجھے مس جولیا بہت اچھی لگتی ہیں۔" گل رُخ بولی۔

"تم ڈونو پاگل ہے۔" جوزف غرّایا۔

"تُو چُپ کالا رہ۔" سلیمان نے اُسے جھڑک دیا۔

"باس، شادی نہیں کرے گا۔"

"کرے گا، کیسے نہیں؟"

عمران وہاں سے نکل بھاگنے کے لیے پلٹا ہی تھا کہ کسی نے باہر سے اطلاعی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ "دیکھو..." عمران نے جوزف کی طرف مُڑ کر کہا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ واپس آیا تو عجیب سی شکل ہو رہی تھی۔ "کیوں... کیا بات ہے؟" عمران اُسے غور سے دیکھتے ہُوئے بولا۔

"ایک عورت ہے، باس!"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟"

"یہ لوگ میری شادی کی بھی بات کرنے لگیں گے۔"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"وہ عورت میری ہی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔"

"اوہو... کوئی سیاہ فام عورت ہے؟"

"ہاں، باس!" جوزف دردناک لہجے میں بولا۔

"اُسے ڈرائنگ رُوم میں بٹھاؤ، میں آرہا ہُوں۔"

"اُن دونوں کو اُدھر نہ جانے دینا، باس!" جوزف کہتا ہُوا ڈرائنگ رُوم کی طرف چلا گیا۔

"یہ رونے کیوں دے رہا تھا؟" سلیمان نے پوچھا۔

"اُس کا بھی جوڑا آگیا ہے، شاید۔" گل رُخ نے کہا۔ میٹرک پاس تھی، تھوڑی بہت انگریزی تو سمجھ ہی سکتی تھی۔

"اب تم دونوں خاموش ہو جاؤ۔" عمران انھیں گھونسہ دکھا کر بولا۔ "ورنہ قیمہ کر کے رکھ دوں گا۔"

"ناغے کا دن ہے، کباب ہی ہو جائیں گے۔" گل رُخ سلیمان کی طرف دیکھ کر بولی اور عمران ڈرائنگ رُوم کی طرف بڑھ گیا۔ سچ مچ ایک سیاہ فام عورت ڈرائنگ رُوم میں بیٹھی نظر آئی لیکن جوزف کا کہیں پتہ نہ تھا۔ شاید باہر چلا گیا تھا۔ عورت اُسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی اور عمران اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔

دفعتاً وہ عورت بھاری آواز میں بولی۔ "میں بلاول باز ہُوں۔"

"ہائیں! کیا ڈر کے مارے عورت ہو گئے ہو؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا مذاق مت اُڑاؤ۔" بلاول گلوگیر آواز میں بولا۔ "میں اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا ہُوں۔"

"لپ اسٹک تو بڑے سلیقے سے لگائی ہے۔"

"مسٹر! مجھ پر رحم کرو۔"

"لیکن تمھیں میرا پتہ کیسے معلوم ہُوا؟"

"بس کسی طرح ڈھونڈ نکالا۔"

"ذریعہ معلوم کیے بغیر، میں بات آگے بڑھنے نہیں دوں گا۔"

"تمھارے سیاہ فام باڈی گارڈ کی تصویر، میں نے ایک عورت کے پاس دیکھی تھی۔"

"جوزف کی...؟"

"ہاں، اُسی کی... اور میں اس عورت کا پتہ بھی بتا سکتا ہُوں، تم، جوزف سے تصدیق کر لینا۔"

"ضرور، پتہ بتاؤ۔ میں ضرور تصدیق کروں گا۔"

"سلور اسٹریک بار کی مالکہ فیمی۔"

"کیا وہ بھی سیاہ فام ہے؟"

"ہاں، اور جوزف کی گہری دوستوں میں سے ہے۔"

"جوزف..." عمران نے آواز دی لیکن جواب نہ ملا۔ شاید وہ آس پاس موجود نہیں تھا۔

"کیا تمھیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے؟"

"تمھیں بھی نہیں ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ورنہ اس طرح میرا ساتھ نہ چھوڑ بھاگتے۔"

"میں بہت خائف تھا، مسٹر!"

"چائے پیو گے یا کافی؟"

"کچھ بھی نہیں، بس تم مجھے کسی ایسی جگہ چھپا دو جہاں وان بروف کے ہاتھ نہ پہنچ سکیں۔"

"وان بروف... وہ تو خود بھاگا پھر رہا ہے۔ ابھی تک ہاتھ نہیں لگ سکا۔ ساجد پیٹرسن والے کہتے ہیں کہ یورپ کے دورے پر نکل گیا ہے۔"

"اُس کے اصل ٹھکانے سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔"

"تم کتنے ٹھکانوں سے واقف ہو؟"

"مم... میں کسی سے... بھی نہیں۔"

"لیکن تم فرار ہونے کے بعد، ہماری طرف کیوں پلٹ آئے تھے؟"

"اوہ... میرے خدا..." اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اُس کا سارا جسم کانپنے لگا تھا۔

"ذرا احتیاط سے... کہیں لپ اسٹک نہ پھیل جائے۔" عمران نے تمسخر اُڑانے والے انداز میں کہا۔

"اوہ... مسٹر! مجھ پر رحم کرو۔" وہ بدستور کانپتا ہُوا بولا۔ "میں نے وہ متحرک چٹانیں اپنی راہ میں حائل ہوتی دیکھی تھیں اور پھر اسی طرف پلٹ آیا تھا... پتہ نہیں کس طرح سوبر تک پہنچا تھا۔"

"میں نے تمھیں روکنے کی کوشش کی تھی۔"

"اور میں نے بھی تم سے کہا تھا کہ بھاگو، موت پیچھا کر رہی ہے۔"

"لیکن ہمیں تو وہ متحرک چٹانیں نہیں دکھائی دی تھیں۔" عمران نے کہا۔

"بہت فاصلے پر تھیں، مشرق کی جانب۔ ایک متحرک سیاہ دھبے کی شکل میں۔"

"جب تک کہ خود نہ دیکھ لوں، میں ایسی چٹانوں کے وجود پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے، مسٹر؟"

"اور میں بھی اسے سچ کیوں سمجھ لوں؟"

"تمھاری مرضی۔ میں تو صرف زندہ رہنا چاہتا ہُوں۔ ٹرالر والوں کو تم نے پکڑ لیا تھا۔ اُن میں ٹگا بھی تھا جو وان بروف کے بہت ہی خاص آدمیوں میں سے ہے۔ تم چٹانوں کے بارے میں اُس سے تصدیق کر سکتے ہو۔"

"وہ اب اس دُنیا میں کہاں کہ اُس سے تصدیق کروں گا۔"

"کیوں... کیا تم نے اُسے مار ڈالا؟"

"نہیں، اُس نے خودکشی کر لی۔ کسی قسم کا زہر تھا، اُس کے پاس۔" عمران نے کہا۔

"خدا کی پناہ!"

"وان بروف کو تم نے آخری بار کہاں دیکھا تھا؟"

"سی بریز والی ساحلی تفریح گاہ میں۔ اسے بھی تین چار مہینے ہو گئے۔ ہدایات فون پر ملتی ہیں۔"

"تم نے یہ شہر ہی چھوڑ دینے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"میں کہیں نہ بچ سکوں گا... اور شاید تمھارے علاوہ اور کوئی

مجھے بچا بھی نہ سکے۔"

"اس یقین اور اعتماد کی وجہ؟"

"بغیر کسی وجہ اور دلیل کے یہ خیال میرے ذہن میں جم گیا ہے۔" بلاول نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"مجھ سے آنکھ ملا کر بات کرو، بلاول!" عمران سانپ کی طرح پھنکار کر بولا۔

"گگ... کیا مطلب؟"

"تمہارے چہرے پر جھوٹ لکھا ہوا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس نے تمہیں کس شرط پر زندگی کی بھیک دی ہے؟"

"گگ... کیا بات ہوئی؟"

"سچی بات... بلاول!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا، تمہیں کس طرح یقین دلاؤں؟ تم ہر معاملے میں مجھے جھوٹا سمجھو گے۔ لنگانا مر گیا ورنہ وہ میرے ہر بیان کی تصدیق کر دیتا۔"

"لیکن میں اس سلسلے میں مطمئن ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"اسی سلسلے میں کہ تمہیں زندہ دیکھ رہا ہوں۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں مر جاؤں؟" وہ گلوگیر آواز میں بولا۔

ٹھیک اسی وقت مرسیانا کمرے میں داخل ہوئی پھر کچھ فاصلے ہی پر ٹھٹک کر رہ گئی۔ "آؤ، آؤ..." عمران سر ہلا کر بولا۔ وہ بلاول کو غور سے دیکھتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اتنے میں جوزف کے قدموں کی چاپ سن کر عمران نے اسے بھی آواز دی۔ وہ آیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم سلور اسٹریک بار کی مالکہ کو جانتے ہو؟" عمران نے اس سے پوچھا۔

"جانتا ہوں، باس!"

"کیا اس کے پاس تمہاری کوئی تصویر بھی ہے؟"

"ہو سکتی ہے، باس! کیونکہ وہ میری ہم وطن ہے اور میں اسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔"

"اور وہ تمہارا پتہ بھی جانتی ہے؟"

"میرے سارے جاننے والوں کو علم ہے کہ تم میرے باس ہو۔"

"یہ تمہارے ساتھ تمہارے کمرے میں رہے گا۔" عمران نے بلاول کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"گگ... کیوں، باس؟" وہ بوکھلا کر بولا۔

"چلو، لے جاؤ اسے اپنے ساتھ۔"

"مم... میں اس کا کیا کروں گا، باس؟"

"میں نے کہا ہے کہ اس کا قیام تمہارے ساتھ ہوگا... اور بس، جاؤ۔"

"چلو..." جوزف نے کھسیانے انداز میں کہا۔ اس کا بایاں گال پھڑکنے لگا تھا اور پھڑکے ہی جا رہا تھا۔

مرسیانا، اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔ ادھر جوزف جیسے ہی اسے ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں پہنچا، گل رخ اور سلیمان کے قہقہوں سے چھت اڑ گئی... اور پھر انھوں نے دیکھا کہ بلاول بھاگتا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا، جوزف اس کے پیچھے "ارے... ارے" کرتا ہوا بڑھ رہا تھا۔

"جانے دو۔" عمران نے اسے للکارا اور جوزف جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بلاول دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

"ابے، یہ کون تھی؟" سلیمان نے جوزف کی کمر پر ہاتھ مار کر پوچھا۔

"چوپ ڈو..." جوزف پلٹ کر دہاڑا اور سلیمان بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"اس عورت کی آواز کتنی بھاری تھی۔" مرسیانا نے کہا۔

"عورت..." عمران چونک کر بولا۔ "کس عورت کی بات کر رہی ہو؟"

"وہ جو یہاں بیٹھی تھی۔" مرسیانا نے جھلا کر کہا۔

"اوہ —" عمران نے جوزف کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ادھر آ۔"

وہ مُردہ سی چال چلتا ہوا قریب پہنچا۔ "کیا وہ عورت تھی؟"

"میں کیا جانوں، باس! تم کہتے ہو تو عورت ہی ہوگی۔" جوزف بیزاری سے بولا۔ "میں نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے اس قسم کا مذاق کیوں کرنا چاہتے تھے۔"

"دیکھا تم نے..." عمران مرسیانا سے بولا۔ "وہ عورت نہیں تھی۔"

"یعنی کہ کوئی مرد تھا؟" مرسیانا نے حیرت سے کہا۔

"اوہ، میرے خدا..." دفعتاً جوزف چونک کر بولا۔ "اب مجھے یاد آیا۔ باس! کیا وہی تو نہیں تھا جو موٹر بوٹ سے بھاگا تھا؟"

"ہاں، وہی تھا، بلاول۔"

"صورت تو مجھے بھی کچھ جانی پہچانی لگی تھی۔" مرسیانا خفیف ہو کر بولی۔ "لیکن وہ اس طرح کیوں آیا تھا؟"

"وان برونف کے گروہ سے چھپتا پھر رہا ہے۔ یہاں پناہ لینے آیا تھا لیکن تم سب کے قہقہوں سے بور ہو کر بھاگ گیا۔"

"اور تم یہی چاہتے تھے، باس!" جوزف مسکرا کر بولا۔

"تیرا خیال درست ہے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اب تجھے سلور اسٹریک بار کی مالکہ سے مل کر معلوم کرنا ہے کہ کیا اسی نے میرا پتہ

بتایا تھا۔"

"ابھی دیکھتا ہوں، باس!" جوزف مستعدی سے بولا۔

"ہوشیاری سے۔ کیونکہ تم بھی ان کی نظروں میں آ چکے ہو۔"

"بے فکر رہو باس! شکاری کتے جانتے ہیں کہ انھیں کیا کرنا ہے۔"

جوزف کے چلے جانے کے بعد عمران نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "کیا خبر ہے؟"

"صفدر نے اطلاع دی ہے کہ وہ آپ کے فلیٹ سے برآمد ہونے والی ایک سیاہ فام عورت کا تعاقب کر رہا ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"او کے، بس یہی معلوم کرنا تھا۔"

"اس سے رپورٹ ملنے پر مطلع کروں گا۔"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ مرسیانا طویل سانس لے کر بولی۔ "سارا جھگڑا اس نیگیٹو کا ہے۔ کیا سچ مچ وہ ضائع ہو گیا تھا؟"

"تمہیں اس سے سروکار؟"

"یہ خوب رہی۔ اسے میں بھی تو اسی کے لیے خوار ہوئی ہوں۔"

"اور اب بھی تم اسی تاک میں ہو کہ اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو دو گیارہ ہو جاؤ۔"

"تم صرف ایک بے جگر آدمی ہو۔ نازک احساسات کو پرکھنے کا تم میں نہیں ہے۔"

"اس جملے کا مطلب؟"

"بالکل ہی پتھر ہو..."

"کٹ..." عمران ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "اب دوسرے شاٹ کی ریہرسل ہوگی۔" مرسیانا برا سا منہ بنا کر اٹھی اور وہاں سے چلی گئی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جوزف کی کال آئی۔ "نہیں، باس! فیمی کہتی ہے کہ اس کے پاس میری کوئی تصویر نہیں ہے اور نہ اس سے کسی نے میرے یا تمہارے بارے میں کسی قسم کی پوچھ گچھ کی تھی۔ اب کیا کہتے ہو؟"

"واپس آ جاؤ۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا اور ریسیور رکھ کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

شام پانچ بجے پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار بلیک زیرو تھا۔ عمران کے استفسار پر بولا۔ "مو بار تک اس عورت کا تعاقب کیا گیا۔ وہ لاتوش ولا میں داخل ہوئی ہے اور اس وقت تک دوبارہ برآمد نہیں ہوئی ہے۔"

"کیا صفدر وہیں ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں... اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اب اسے کیا کرنا ہے؟"

"لاتوش ولا کی نگرانی جاری رکھے۔ تاوقتیکہ کوئی دوسرا اس سے چارج نہ لے۔ اسے ریلیز کرنے کے لیے صدیقی کو بھیجو۔"

"بہت بہتر جناب!"

"اور اس دوران میں تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ لاتوش ولا آج کل کس کی ملکیت ہے اور کس کے قبضے میں ہے۔"

"بہت بہتر جناب!"

سورج غروب ہوتے ہی وہ جوزف کو ساتھ لے کر ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب بلیک زیرو سے اس کا رابطہ ٹرانسمیٹر پر تھا۔

"باس، وہ عورت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔" جوزف نے کہا۔

"کس عورت کی بات کر رہے ہو؟"

"مرسیانا کی..."

"میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔"

"اگر اسی بنا پر اس پر اعتماد کر رہے ہو کہ اس نے تمہیں، وان برونف کے بارے میں بتایا تھا تو..."

"مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے۔ خوف کے تحت بلاول نے بھی سب کچھ بتا دیا تھا لیکن وہ اب بھی انہی لوگوں کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"کیا انھیں یقین ہے کہ تم بلاول کے کہنے میں آ جاؤ گے؟"

"اگر یقین نہیں ہے، تب بھی میں انھیں یقین دلا دینا چاہتا ہوں کہ بلاول کی باتوں میں آ گیا ہوں۔"

"اس کا کیا فائدہ ہوگا؟"

"ایک بار پھر ان سے دو بدو ہونے کا موقع مل جائے گا۔ ہو سکتا ہے اس طرح وان برونف کا سامنا بھی ہو جائے۔"

"گویا دیدہ و دانستہ خطرہ مول لے رہے ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں۔ دو روز سے وان برونف کی تلاش جاری ہے۔ ہمیں بھی اور آئی۔ ایس۔ آئی والوں کو بھی... آئی۔ ایس۔ آئی والے لامحدود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ ابھی تک وان برونف پر ہاتھ نہیں ڈال سکے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں چوکس رہوں گا لیکن کیا اس مہم پر صرف ہم ہی دونوں نکلے ہیں؟"

"نہیں، ایسا بھی نہیں ہے۔ میں اپنے ساتھ صرف تمہیں رکھوں گا۔"

"میں بھی چاہتا ہوں، باس! دوسرے لوگ تو کام کے وقت بھی بحث کرنے لگتے ہیں۔ صرف تمہارے خیال سے خاموش رہنا پڑتا ہے ورنہ کیپٹن خاور، میرے ہاتھ سے ضرور پٹ جاتا۔"

"خود کو قابو میں رکھنا۔ ہو سکتا ہے، کسی مرحلے پر وہ سب

بھی ہم سے آملیں۔"

"میں خیال رکھوں گا، باس!"

سی بریز اوپن ائیر ریستوران کے قریب عمران نے گاڑی روکی ہی تھی کہ بھی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ بلیک زیرو اُسے کال کر رہا تھا۔ خبر موبار کی لاتوش والے سے متعلق تھی جس کے مطابق ٹھیک سات بج کر دس منٹ پر لاتوش والے دو سفید فام مرد، اسی سیاہ فام عورت کے ساتھ برآمد ہوئے تھے، جس کا تعاقب کرتا ہوا صفدر موبار تک پہنچا تھا۔ وہ تینوں ساحل پر آئے تھے اور ایک بڑی موٹر بوٹ میں بیٹھ کر مشرق کی جانب کھلے سمندر میں نکل گئے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ٹرانسمیٹر سے تیسری آواز آئی۔ "ہیلو عمران، صدیقی کمنگ اِن۔ موبار سے دو میل کے فاصلے پر وہ موٹر بوٹ خواہ مخواہ چکر لگا رہی ہے، اوور..."

"اور تم کیا کر رہے ہو؟ اوور..."

"میں بھی تھوڑے ہی فاصلے پر اپنی کشتی ٹہلا رہا ہوں، اوور..."

"موبار واپس جاؤ... اور دیکھو کہ وہ کشتی تمہارے پیچھے تو نہیں آرہی۔ اس کے بعد براہ راست مجھ سے رابطہ رکھنا، اوور اینڈ آل۔"

اس کے بعد اُس نے بلیک زیرو کو کال کر کے، کچھ ہدایات دی تھیں اور سوئچ آف کر کے گاڑی سے اُتر آیا تھا۔

"کوئی خبر ہے، باس؟" جوزف نے پوچھا۔

"مجھے گھیرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ میری مصروفیات سے پوری طرح باخبر ہیں۔"

"تو پھر اب کیا کرو گے؟"

"مجھے جلد از جلد وان بروف پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ اس کے لیے جو کچھ بھی کرنا ہے، آنکھیں بند کر کے کر گزروں گا۔"

"ٹھیک ہے، باس! لیکن تمہاری باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے وان بروف کو دیکھا بھی نہ ہو۔"

"میں نے اُس کی تصویر دیکھی ہے، اُس کے آفس میں۔ مرسیانا کے بیان کے مطابق وہ کبھی کبھی وِگ اور نقلی داڑھی لگا کر ہپّی بھی بن جاتا ہے۔"

"یہ بھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کیوں؟ کیا سمجھ میں نہیں آتا؟" عمران نے اپنی گاڑی لاک کر دی تھی اور اب وہ ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جوزف کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔

"کیا ہپّی بن جانے کے بعد بھی وہ وان بروف ہی رہتا ہے؟"

تھوڑی دیر بعد جوزف نے پوچھا۔

"بعض لوگوں کے لیے نہیں رہتا۔"

"اور مرسیانا، اُس کی دونوں حیثیتوں سے واقف ہے؟"

"اُس کا تو یہی بیان ہے۔"

"تو پھر وہ کسی خاص حیثیت کی مالک ہوگی۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ اُس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"پھر اُسے فلیٹ میں کیوں رکھا ہے؟"

"اُس پر یہی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اُس پر اعتماد ہے۔"

"اس سے فائدہ، باس؟"

"آج تو بہت باتیں کر رہا ہے۔"

"پتہ نہیں کیوں، باس، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تم کوئی بہت بڑی غلطی کرنے والے ہو۔"

"ہو سکتا ہے... جو کچھ بھی ہونا ہے، ہو کر رہے گا۔"

"رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شاہین کو سانپ نے اپنے بلوں میں جکڑ رکھا ہے۔"

"ساتھ میں بیک گراؤنڈ میوزک بھی تھا یا نہیں؟" عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

"باس، خدا کے لیے جو کچھ بھی سوچو، سنجیدگی سے سوچو۔"

"مجھ سے جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اُسے حاصل کیے بغیر مجھے قتل نہیں کریں گے... پھر میں اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیوں نہ کروں۔ اگر تجھے خوف محسوس ہو رہا ہو تو یہیں سے واپس چلا جا۔"

"یس، باس!" جوزف چلتے چلتے رُک کر بولا۔ "اگر ایسی باتیں کرو گے تو میں یہیں اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ لوں گا۔"

"بس تو پھر خاموشی سے چلتا رہ۔"

"مجھے اب واقعی مر جانا چاہیے۔" جوزف بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم میری نیت پر شبہ کرنے لگے ہو، باس!"

عمران کچھ نہ بولا۔ ساحل پر پہنچ کر وہ اس حصے کی طرف بڑھا، جہاں سرکاری کشتیاں لنگر انداز رہتی تھیں لیکن اُن پر کسی قسم کے نشانات نہیں ہوتے تھے اور انھیں عام طور پر نجی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اُن میں عمران کی اپنی ایک مخصوص کشتی بھی تھی۔ "فی الحال، موبار کی طرف۔" عمران نے کشتی میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔ جوزف اس کے پیچھے تھا۔ خاموشی سے وہ بھی کشتی پر چڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کشتی کھلے سمندر کی طرف حرکت کر رہی تھی۔

"یہاں غوطہ خوری کے کئی سُوٹ موجود ہیں۔" عمران نے جوزف

سے کہا۔ "اپنے سائز کا تلاش کرو۔"

"بہت اچھا، باس!"

"اس کے بعد تم آؤٹ بورڈ پر آ جاؤ گے اور میں تیار ہو جاؤں گا۔"

اس طرح پہلے جوزف نے تیار ہو کر کشتی کا کنٹرول سنبھالا تھا اور عمران غوطہ خوری کا لباس پہننے لگا تھا۔ کشتی تیزی سے موبار کی طرف جارہی تھی۔ عمران نے مڑ کر دیکھا۔ اس کی کشتی سے کچھ فاصلے پر تین کشتیوں کی ہیڈ لائٹس نظر آرہی تھیں۔ یہ تینوں کشتیاں نصف دائرے کی شکل میں اس کی کشتی کا تعاقب کر رہی تھیں۔ "... ایک اسٹین گن تیرے پیروں کے پاس رکھی ہوئی ہے۔" عمران نے جوزف کو اطلاع دی۔

"مجھے معلوم ہے، باس!"

"ہمارا تعاقب شروع ہو گیا ہے۔"

"فکر نہ کرو، باس!" جوزف نے جواب دیا۔

"لائف جیکٹ بھی ساتھ رکھنا۔"

"او۔کے، باس!"

تھوڑی دیر بعد عمران نے محسوس کیا کہ دائیں اور بائیں جانب والی کشتیاں آہستہ آہستہ دباؤ ڈال کر اس کی کشتی کا کورس بدلوانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وہ بڑی پھرتی سے جوزف کے قریب پہنچ کر بولا۔

"دونوں کشتیاں ہم سے اپنا فاصلہ بتدریج کم کرتی جارہی ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں، باس! اور اس کا مطلب بھی سمجھ رہا ہوں۔ وہ ہمیں بائیں جانب موڑنا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ بس تم کشتی پر نظر رکھو، میں انھیں دیکھوں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آہستہ آہستہ کشتی کو دائیں جانب دباؤں۔" جوزف نے کہا۔ "زیادہ سے زیادہ، دائیں جانب والی سے ٹکراؤ ہی تو ہوگا۔ کشتی اُلٹ گئی تو ہم تیراکی کے لیے پہلے ہی سے تیار ہیں۔ پتہ نہیں وہ ہمیں بائیں جانب کیوں لے جانا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، کوشش کرو لیکن دھیان رہے کہ کشتی اُلٹتے وقت اسٹین گن تمہارے قبضے میں ہونی چاہیے۔"

"او۔کے، باس!" جوزف نے کہا اور کشتی کو آہستہ آہستہ دائیں جانب دبانا شروع کیا پھر ایک مرحلے پر ایسا معلوم ہوا جیسے دائیں جانب والی کشتی سے ٹکراؤ ہو جائے گا لیکن وہ بڑی تیزی سے دوسری طرف مڑی اور عمران کی کشتی آگے نکل چلی گئی۔

"بہت اچھے۔" عمران نے جوزف کی جسارت کی داد دی لیکن وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، باس!"

"کیا ہو رہا ہے؟"

"کشتی میرے کنٹرول میں نہیں ہے۔ اب میں اسے کسی طرف بھی نہیں موڑ سکتا۔"

"ہٹو... میں دیکھوں۔"

جوزف دوسری طرف کھسک گیا اور عمران جھک کر اسٹیئرنگ کا جائزہ لینے لگا جو نہایت آسانی سے دونوں جانب گھوم رہا تھا لیکن اس کے ساتھ کشتی کا رُخ نہیں بدل رہا تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ کے میکنزم کا جائزہ لیا لیکن اس میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی تھی۔ دفعتاً جوزف چیخا۔ "یہ پانی پر نہیں چل رہی۔" وہ کشتی کی لنگر پر جھکا ہوا نیچے دیکھ رہا تھا۔ عمران دوسری جانب جھک پڑا۔ کشتی پانی کی سطح سے تقریباً دو ڈھائی فٹ کی بلندی پر حرکت کر رہی تھی۔ پھر اس نے مڑ کر دیکھا۔ گھیرنے والی تینوں کشتیاں بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ "یہ کیا چکّر ہے، باس؟"

جوزف اس کی طرف جھک کر بولا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے کسی آہنی پنجے نے کشتی کو اپنی گرفت میں لے کر پانی کی سطح سے اوپر اٹھا دیا ہو۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تمہاری لاعلمی میں کشتی کا انجن نکال کر کسی دوسری قسم کا انجن فٹ کر دیا گیا ہو؟"

"اسے بھی دیکھے لیتے ہیں، انجن بند کر دو۔"

"صحیح او، باس!"

"اگر تمہارا خیال صحیح ہوا تو انجن بند ہوتے ہی کشتی دوبارہ پانی کی سطح پر آ جائے گی۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔" جوزف نے انجن بند کر دیا لیکن اس کے باوجود کشتی کی پوزیشن میں فرق نہیں آیا۔ وہ بدستور پانی کی سطح سے ڈھائی فٹ کی بلندی پر پرواز کرتی رہی۔

"تم نے دیکھا۔" عمران نے جوزف سے کہا۔ "بالآخر ہم اُلّو بن ہی گئے۔ وہ کشتیاں ہمیں اسی لیے بائیں جانب دبا رہی تھیں کہ ہمارا ردِعمل اس کے خلاف ہو یعنی دائیں جانب گھوم کر ہم خود بخود اس جال میں پھنس جائیں۔ اگر ہم بھی بائیں جانب دباؤ رکھتے تو شاید اتنی جلدی ان کے جال میں نہ پھنستے۔"

"کیا خیال ہے، چھلانگ لگائیں؟" جوزف نے اسٹین گن اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، پہلے مجھے دیکھنے دو کہ چکّر کیا ہے؟ اوہ، یہ دیکھو، میں نے کہا تھا کہ کوئی آہنی پنجہ..." وہ کشتی کی لنگر پر ہاتھ پھیرتے پھیرتے رُک گیا اور جھک کر دیکھنے لگا پھر اسی کی سیدھ میں دوسری طرف جھپٹا۔ اُدھر بھی ویسا ہی بڑا سا لوہے کا حلقہ موجود تھا، بالکل ایسا ہی

معلوم ہوتا تھا جیسے کشتی کسی بہت بڑے آہنی زنبور کی گرفت میں ہو۔ اُس نے بھی ٹرانسمیٹر پر اپنے ماتحتوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ہوا کے شور کے علاوہ اور کچھ نہ سُن سکا۔ گویا ٹرانسمیٹر بھی ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم چھلانگ لگا دیں۔" جوزف نے کہا۔

"ایسی حالت میں اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہوگی..." عمران نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر چیونگم کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ جوزف پُرتشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"یہ لو..." عمران نے چیونگم کا ایک پیس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے، باس؟"

"چیونگم..."

"باس..." جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"رکھو اسے منہ میں اور اوپر دیکھو، چاند کتنا حسین لگ رہا ہے۔"

"تمھارا یہی انداز تو مجھے تمھارا غلام بنائے ہوئے ہے۔" جوزف ہنس کر بولا اور اس سے چیونگم کا پیس لے کر منہ میں ڈال لیا۔

"اپنی جوانی کا کوئی کارنامہ سُنا۔" عمران چاند پر نظریں جمائے ہوئے بولا۔

"جوانی..." وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "جوانی سے اب تک شراب کی بوتلوں کے علاوہ اور کیا رہا ہے میری زندگی میں۔ یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ زندہ ہوں، اب تک اور مرنے سے کبھی نہیں ڈرا۔"

دفعتاً کشتی بائیں جانب جھکنے لگی اور اُنھوں نے جھپٹ کر دائیں جانب والی لکڑ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا لیکن لاحاصل... انتہائی زور صرف کرنے کے باوجود کشتی ترچھی ہی ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ دونوں پانی میں جا پڑے اور جوزف نے پھرتی سے عمران کا بازو پکڑ لیا... پھر دوسرے ہاتھ سے لائف بیلٹ کی ڈوری کھینچی۔ اس میں گیس بھرنے لگی۔ عمران نے بھی بڑی پھرتی سے لائف بیلٹ کو کار آمد بنا لیا تھا... دونوں سطح پر تیرنے لگے۔ جوزف اُس کا بازو گھسیٹتا ہوا بولا۔ "نکل چلو، باس! کہیں نہ کہیں کوئی فشنگ ٹرالر مل ہی جائے گا۔"

ٹھیک اسی وقت اُن کے پیر کسی ٹھوس چیز سے ٹکرانے اور وہ ایک بار پھر پانی کی سطح سے اوپر اٹھتے چلے گئے۔

"چ... چٹانیں، باس!" جوزف ہکلایا۔

"ہاں، ہم واقعی پھنس گئے ہیں۔"

"تم سے بلاول نے انھی چٹانوں کا ذکر کیا تھا۔"

"اور میں جھوٹ سمجھا تھا۔"

... اور اب یہ چٹانیں کسی بحری جہاز کی طرح سمندر میں تیرتی چلی جا رہی تھیں۔ وہ ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں مضبوطی سے قدم جما سکتے تھے۔ "تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ بلاول ہی نے ہمیں اُلجھا کر اُن چٹانوں تک پہنچایا ہے۔" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اچانک ایک طرف ہلکی ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ جوزف نے عمران کی توجہ اس طرف منعطف کرائی۔ "فی الحال یہیں ٹھہرو۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "وہ مردُود لنگا زبان کھولنے سے پہلے ہی مر گیا تھا... ورنہ میں بہت محتاط ہو کر کوئی قدم اٹھاتا۔ بلاول کی طرف سے میں مطمئن نہیں تھا۔"

"اسٹین گنیں بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئیں۔" جوزف نے کہا پھر عمران کے کان میں آہستہ سے بولا۔ "تم فکر نہ کرو، باس! میرے دونوں ریوالوروں میں بارہ گولیاں ہیں۔"

"مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ ایک چیونگم اور لو۔"

اب وہ ایسی جگہ تھے جہاں بڑی بڑی لہریں چٹانوں کے نچلے حصے سے ٹکرا رہی تھیں۔ بعض جگہ تو یہ ٹکراؤ اتنا زبردست ہوتا کہ پانی کی پھواریں اُن کے جسموں سے ٹکراتیں۔ دفعتاً کسی جانب سے آواز آئی۔ "تم دونوں بہت تھک گئے ہو، روشنی کی طرف چلے آؤ۔ اِدھر تمھارے لیے بہت کچھ ہے۔"

آواز ایسی ہی تھی جیسے اُسے اُن تک پہنچانے کے لیے مائیکروفون استعمال کیا گیا ہو۔ "کیا خیال ہے، باس؟" جوزف نے آہستہ سے پوچھا۔

"غنیمت ہے کہ کسی آدمی کی آواز تو سُنائی دی۔" عمران نے کہا اور روشنی کی طرف چل پڑا۔ انھیں چلنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں روشنی ہو رہی تھی اور یہ روشنی ایک بڑی سی مشعل کی تھی جسے ایک تنگ سی دراڑ میں نصب کیا گیا تھا اور اس کے قریب ہی ایک میز پر شراب کی چند بوتلوں سمیت کھانے کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جوزف حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔

"تیری تو تقدیر کھل گئی۔" عمران اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "اسکاچ کی بوتلیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"وہی ہیں، باس!" جوزف کی باچھیں کھل گئیں۔

"پھر منہ کیا دیکھ رہا ہے، جھپٹ پڑ۔"

"پتہ نہیں، کیا چکر ہے، باس!" جوزف نے پُرتشویش لہجے میں کہا تھا۔

"دیکھا جائے گا۔"

"بے فکر رہو۔ یہ چیزیں زہر آلود نہیں ہیں۔" آواز پھر آئی۔

عمران نے خاموشی سے ایک پوٹیٹو چپ اٹھایا اور کھانے لگا۔

جوزف نے ہچکچاہٹ کے ساتھ ایک بوتل اٹھا لی۔ یہاں چٹانوں کی بناوٹ کچھ ایسی تھی کہ پانی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا ٹکڑا، قدِ آدم سے بھی اونچی چٹانوں سے گھرا ہوا تھا۔ وہ نہایت اطمینان سے کھاتے پیتے رہے... پھر اچانک انھوں نے محسوس کیا جیسے وہ حصہ نیچے دھنس رہا ہو۔

"لک... کہیں مجھے نشہ تو نہیں ہو گیا ہے، باس؟" جوزف دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملتا ہوا بولا۔

"تب تو آلو اور انگور میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔"

"لک... کیا مطلب؟"

"میں نے صرف آلو کے کباب کھائے ہیں اور تجھ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کہیں مجھے بھی نشہ تو نہیں ہو گیا ہے۔"

وہ بدستور نیچے جا رہے تھے۔ اُن کے اطراف میں اتنی گہری تاریکی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اچانک وہ آپس میں ٹکرا کر گرے اور اندھیرے میں لڑھکتے چلے گئے۔ دونوں ہی نے سنبھلنے کی لاکھ کوشش کی تھی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ اُن کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں پھر دفعتاً کسی جگہ رُک گئے لیکن اپنے پیروں پر نہیں کھڑے تھے بلکہ اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

آہستہ آہستہ عمران اٹھا اور آنکھیں کھول دیں لیکن پھر فوراً ہی بند کر لیں کیونکہ بہت تیز قسم کی روشنی سے سابقہ پڑا تھا... پھر جب تھوڑی دیر بعد آنکھوں کو سہار ہوئی تو وہ متحیر رہ گیا کیونکہ یہ تو وہی بڑا سا ہال تھا جہاں سے فرار ہونے کے لیے اس نے چند سیاہ فاموں سے جنگ کی تھی لیکن بالآخر سر پر ضرب لگنے سے بے ہوش ہو گیا تھا اور دوبارہ ہوش آنے پر خود کو مع ساتھیوں سمیت اس جزیرے میں پایا تھا، جہاں بلاول بابا سے ملاقات ہوئی تھی۔

جوزف تو مارے حیرت کے ایسا نظر آنے لگا تھا جیسے اُسے سکتہ ہو گیا ہو۔ "ب... باس! کیا ہم خبیث رُوحوں کے چنگل میں پھنس گئے ہیں؟"

"نہیں... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" عمران نے ہنس کر کہا۔

"تو پھر میرا سر چکرا رہا ہوگا۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ عمارت چل رہی ہو۔"

"سو فی صدی چل رہی ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"مم... میں نہیں سمجھا۔"

"یہ کوئی بہت بڑی آبدوز کشتی ہے جس کا بالائی حصہ چٹانوں کی شکل کا بنایا گیا ہے۔"

"تم ٹھیک سمجھے ہو، مسٹر عمران!" وہی آواز پھر آئی جو انھوں نے چٹانوں کے درمیان سُنی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔ آواز پھر آئی۔ "اس ایٹمی آبدوز کا جواب بڑی طاقتوں کے پاس بھی نہیں ہے۔ اتنی تیز رفتار آبدوز بنانے میں بڑی طاقتوں کو کم از کم پچاس سال لگیں گے۔ اس وقت یہ بہت معمولی رفتار سے چل رہی ہے۔ لطف تو اس وقت آتا ہے، جب یہ تمھاری بحری فوج کے اڈوں کے قریب پہنچ جاتی ہے اور تمھاری نیوی والے اپنے آلات پر اس کے اثرات دیکھ کر چوکنے ہوتے ہیں اور جتنی دیر میں کچھ کر گزرنے کی صورت نکالتے ہیں، یہ اطلاع فراہم کرنے والے آلات کے حلقۂ اثر سے نکل جاتی ہے اور تمھاری جنگی کشتیاں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہ جاتی ہیں۔ اس وقت یہ بے حد سُست رفتاری سے چل رہی ہے۔"

"کیا تم لوگ یہ سب کچھ محض اس لیے کر رہے ہو کہ مجھ سے بلاول دے سوف کا نیگیٹو حاصل کر سکو؟" عمران نے پوچھا۔

"سو فی صدی یہی بات ہے، مسٹر عمران!"

"تمھارا تعلق کس ملک سے ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق ہر ملک سے ہے۔ ہم ساری دنیا کے شہری ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"حالانکہ یہاں تم سے زیادہ اور کوئی نہیں سمجھتا۔"

"تم لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو۔"

"یہ ناممکن ہے، مسٹر عمران! ہم شاذ و نادر ہی کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں۔"

"میں ایک بار کہہ چکا ہوں کہ سلائیڈز بناتے وقت نیگیٹو ضائع ہو گئے تھے۔"

"مجھے یقین نہیں ہے۔"

"تم یوں باز نہیں آؤ گے؟" غصیلے لہجے میں کہا گیا۔ "اب ہم تمھیں ایسی اذیتیں دیں گے کہ زندگی سے بیزار ہو جاؤ گے۔"... پھر سناٹا چھا گیا۔ آواز دوبارہ نہیں سُنائی دی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے ☆